علم غیب

رسول صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ رحیم بخش قادری کلاچوی علیہ الرحمہ

نبوت وہ چیز ہے۔ جو نبی کے ساتھ خاص ہے۔ اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے۔ اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں۔ جن سے نبی مختص ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ جو امر اللہ تعالیٰ عزوجل کی ذات وصفات اور ملائکہ و آخرت سے متعلق ہیں۔ نبی ان کے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے۔ کہ اوروں کے علم زیادات، معلومات، فیزونی، تحقیق وانکشاف میں ان سے نسبت نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ نبی کے لئے اس کی ذات میں ایک وصف ہوتا ہے۔ جس سے افعال خلافِ عادت (جنہیں معجزہ کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک وصف ہے۔ کہ اس سے ہماری حرکاتِ ارادیہ پوری ہوتی ہیں۔ جسے قدرت کہتے ہیں۔

سوئم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے۔ جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے۔ جس طرح انکھیارے کے پاس ایک صفت ہوتی ہے۔ جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے۔

چہارم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے۔ جس سے آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ نقلہ عنہ العلامۃ الزرکانی فی شرح المواہب =

علم غیب دو قسم ہے۔ علمِ غیب ذاتی محیط خاص اللہ تعالیٰ عزوجل کیلئے ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی صفاتِ قدیم ہے۔ یعنی اسکو کسی سے عطا نہیں ہوا۔ اور انبیاء ..... علیہ السلام کو علمِ غیب غیر محیط اللہ تعالیٰ سے عطا ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب ذاتی محیط، اور انبیاء علیہ السلام کا عطیہ... غیر محیط۔ علمِ غیب کے معنی ہیں چھپی ہوئی چیز، اصطلاح میں غیب وہ چیز کہلاتی ہے۔ جو کہ ظاہری اور باطنی حواس اور عقل سے چھپی ہوئی ہو۔ یعنی نہ تو آنکھ، ناک و کان وغیرہ حواس سے معلوم ہو سکے۔ اور دوسرا وہ کہ جو نہ بغیر غور وفکر کے عقل میں آسکے۔ ایک وہ کہ جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو سکے۔ جیسے کہ موت کا وقت، قیامت کے آنے کی تاریخ وغیرہ یہ چیزیں دلائل سے بھی معلوم

نہیں ہوسکتیں۔ اسے کوئی بھی اپنے آپ معلوم نہیں کرسکتا۔ ہاں جس کو رب تعالیٰ بتلائے جیسے انبیاء علیہ السلام دوسرا غیب جس پر دلیل قائم ہو۔ یعنی دلائل سے اس کا پتہ لگ جائے۔ جیسے حق تعالےٰ کی ذات اور اس کے صفات انبیاء علیہ السلام کی نبوت اور اس کے متعلق احکام وغیرہ یہ وہ غیب ہے۔ کہ غور و فکر سے معلوم ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ کو ہم نے نہیں دیکھا۔ لیکن دنیا کا ذرہ ذرہ اس کے ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔ غیب اس چھپی ہوئی چیز کا نام ہے۔ جو ہم سے چھپی ہو، اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ اور نہ کوئی چیز غیب ہے۔ بلکہ وہ ہر چیز کا ازلی ابدی جاننے والا ہے۔ اور ہم کو ایمان بالغیب کا حکم فرمایا۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۝ یعنی اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے۔ پرہیزگاروں کے لئے وہ جو ایمان لائے ساتھ غیب کے۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ سچے ایمان والے، اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار وہ لوگ ہیں کہ جن کو محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ باتیں بیان فرمائیں۔ جن کا حضور علیہ السلام کو علم ہے۔ اور ان لوگوں سے چھپی ہوئی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتے، حشر و نشر، ثواب و عذاب، قیامت وغیرہ۔ اور وہ دل سے مان لیں۔ اس کا نام ہے۔ ایمان بالغیب یعنی حضور علیہ السلام کے بتائے ہوئے غیب پر ایمان لانا۔ تو جو شخص خاص حضور علیہ السلام کے علم غیب کا ہی منکر ہے۔ . . . .

. . . . . . تو وہ حضور علیہ السلام کے بتائے ہوئے غیب پر کیسے ایمان لا سکتا ہے۔ اور درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہی ایمان ہے۔ حضور علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا۔ حدیث بخاری شریف ۱ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ

مِنْ وَّلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَo یعنی اُس پاک ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ القرآن ذوجوہٍ۔ یعنی قرآن متعدد معنی رکھتا ہے۔

رواہ ابو نعیم، ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہمارے حامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، منکر اپنا اور حامی ڈھونڈ لیں۔ اب بھی وقت ہے توبہ کر لیں۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آویں۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا منکر اللہ تعالیٰ عزّ وجل کا منکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کی توبہ قبول نہیں فرماتا مگر بوسیلہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سب خزانوں کے مختار ہیں ۞

دُوسرا باب

ثبوتِ علمِ غیب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

محبوب علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے سب علومِ غیب عطا فرمائے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کا منکر قرآن شریف کا منکر ہے۔

پارہ ۲ آیت ۳ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًاo ترجمہ:۔ اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت بیچ کی۔ تاکہ ہو تم گواہ اوپر لوگوں کے اور ہو رسول اوپر تمہارے گواہ =

حدیث بخاری ۲ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے بعد نوح علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں کی

امتیں اللہ تعالیٰ کے جناب میں عرض کریں گے۔ کہ خدایا تیرا کوئی پیغمبر ہم تک نہیں پہنچا۔ اور نہ کسی نے تیرے احکام ہم تک پہونچائے۔ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ خداوندا یہ جھوٹے ہیں۔ ہم نے تیرے سارے احکام ان کو پہنچائے۔ اور بتلائے ہیں۔ انبیاء کرام کو حکم الٰہی ہوگا۔ کہ اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ لاویں۔ وہ حضرات امتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی گواہی میں پیش کریں گے۔ یہ امت گواہی دیگی کہ خدایا تیرے پیغمبر سچے ہیں۔ اور یہ کفار جھوٹے ہیں۔ اس پر کفار اعتراض کریں گے کہ تم ہمارے زمانے میں موجود نہ تھے۔ سینکڑوں برس کے بعد پیدا ہوئے بغیر دیکھے بھالے گواہی کس طرح دے رہے ہو۔ مسلمان عرض کریں گے۔ کہ ہم نے دیکھنے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ مسلمانوں کی تصدیق فرمانے کے لئے حضور علیہ السلام تشریف لاویں گے۔ اور عرض کریں گے۔ کہ خداوندا واقعی ہم نے اپنی اُمت سے فرمایا تھا۔ ہماری امت بھی سچی ہے۔ اور انبیاء کرام بھی سچے ہیں۔ اور یہ کافر جھوٹے ہیں۔ محبوب علیہ السلام کی گواہی پر کوئی کافر اعتراض نہ کرے گا۔ اس گواہی پر انبیاء علیہ السلام کے حق میں ڈگری ہوگی۔ اس واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے سب کچھ دیکھا ہے۔ ان کے سب حالات حضور علیہ السلام کو معلوم ہیں۔ اس لئے گواہی دے رہے ہیں۔

آیت ۱۲۔ پارہ ۴ سورۃ آل عمران: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ = ترجمہ: اور نہیں ہے اللہ کہ تم کو خبردار کرے۔ اوپر غیب کے ولیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے۔ (تفسیر خزائن العرفان و خازن ع۱)

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پیدائش سے پہلے میری امت مجھ پر پیش کی گئی۔ اور ان کے ہر حال کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔

منافق نے انکار کیا۔ کہ حضور علم غیب کیا جانیں۔ یہ آیت پاک نازل ہوئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار منافق ہی کیا کرتے ہیں۔

آیت ۵ پارہ ۵ سورۃ النساء وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری۔ اور سکھایا تم کو جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ حضور نہ جانتے تھے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ علم غیب کیا چیز ہے۔

آیت ۶ پارہ ۱۰ سورۃ توبہ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ ترجمہ۔ البتہ اگر پوچھے تو ان سے البتہ کہیں گے سوائے اس کے نہیں۔ کہ ہم بحث کرتے اور کھیلتے تھے۔ کہ کیا ساتھ اللہ کے اور نشانیوں اُسکی کے اور رسول اُس کے کے، ہو تم ٹھٹھا کرنے والے مت عُذر کرو تم تحقیق کافر ہوئے تم پیچھے ایمان کے۔ تفسیر طبری و تفسیر در منثوری ۲ ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اس کی تلاش تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم علم غیب کیا جانے۔ اُس منافق کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس بات کے کہنے سے کافر ہوگیا ہے ایمان کے بعد اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے علم غیب کا انکار کفر ہے۔ اس آیت کا منکر سے کیا جواب ہے۔

آیت نمبر ۷ پارہ ۲۹ سورۃ الجن۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۝ ترجمہ:- وہ جاننے والا غیب کا ہے۔ پس نہیں

مسلط کرتا اُوپر اپنے غیب کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے۔

اس سے صاف معلوم ہُوا۔ کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اپنے خاص غیب بھی عطا فرماتا ہے۔

آیت عـ۸ پارہ ۲۹ سورۃ قیامت = لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ ترجمہ:- تم یاد کرنے کی جلدی قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ تو جب ہم پڑھا چکیں اُس وقت اُس پڑھے پڑھے ہوئے کی اتباع کریں۔ بے شک اُس کے باریکیوں کا تم پہ ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

لہٰذا پڑھانے والا اللہ تعالیٰ عزوجل اور پڑھنے والا حضور علیہ السلام تو علم کیوں ناقص رہے۔

آیت عـ۹ پارہ ۳۰ سورۃ الانفطار = وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ ترجمہ یہ نبی غیب کے بتانے میں بخل نہیں کرتے۔ تفسیر معالم وتفسیر خازن عـ۳ يَقُوْلُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْهِ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا۔ يَبْخَلُ بِهٖ عَلَيْكُمْ بَلْ يُعَلِّمُكُمْ ترجمہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے۔ وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔ بلکہ تمہیں بھی اس کا علم بتاتے ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام ولیوں کو بھی علم غیب عطا فرماتے ہیں۔

آیت عـ۱۰ پارہ ۱۹ سورۃ نمل = سلیمان علیہ السلام نے اپنے سرداروں کو فرمایا۔ کہ کون تم میں سے بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئیگا۔ پہلے اس سے کہ آئے وہ میرے پاس مسلمان ہوکر = قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ۔ ترجمہ: کہا اُس شخص نے کہ نزدیک اس کے تھا علم کتاب میں سے۔ میں لے آؤں گا

تمہارے پاس اُس کو پہلے اس سے کہ پھر آوے طرف تمہاری نظر تمہاری۔ پس جب دیکھا اُس تخت کو سلیمان علیہ السلام نے ٹھہرا ہُوا نزدیک اپنے۔ کہا سلیمان علیہ السلام نے یہ ہے فضل پروردگار میرے کے سے۔ لہٰذا یہ ہے علمِ غیب کہ اس شخص نے اتنے دُور ملک سُبا بلقیس کے محل میں اس تخت کو دیکھا۔ یہ علمِ غیب نہیں تو کیا ہے۔ اور پھر آنکھ کے جھپکنے سے پہلے سلیمان علیہ السلام کے پاس تخت حاضر کر دیا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جو نبیوں کے علمِ غیب سے بھی انکاری ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں تو ولیوں کا علمِ غیب بھی ثابت ہے۔

آیت ۱۱ پارہ ۳ سورۃ آل عمران: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں:۔ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ترجمہ اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو۔ اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو۔ یہ علمِ غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

آیت ۱۲۔ پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ: هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۝ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۝ ترجمہ:۔ اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے ان پر آیاتِ الٰہی پڑھتا اور انہیں ستھرا کرتا۔ اور انہیں کتاب وحقائق کا علم بخشتا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ نیز پاک کریگا۔ اور علم عطا فرمائے گا۔ ان کی جنس کے اور لوگوں کو جواب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ تفسیر ۲ بیضاوی شریف معالم شریف اور حضرت امام مجاہد شاگرد حضرت عبد اللہ

بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے یہ مضمون مروی ہے۔ هُمْ جَمِيعُ مَنْ دَخَلَ فِی الاسْلَامِ بَعْدَ النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی یوم القیمۃ۔ یعنی یہ دوسرے لوگ تمام اہلِ اسلام ہیں۔ کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہونگے۔ ان سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم ظاہر و علمِ غیب وغیرہ نعمتیں عطا فرمائیں گے۔ اس سے صاف معلوم ہُوا۔ کہ جو کچھ جب بھی جس کو ملتا ہے حضور علیہ السلام کے دربار سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کو پاک کرتے ہیں۔ اور کتاب کا علم اور حکمتیں، اور ہر طرح کی نعمتیں موجودہ لوگوں کو اور قیامت تک آنے والے سب لوگوں کو عطا فرمائیں گے۔ منکر مانیں یا نہ مانیں ہماری تو ہر بگڑی بنائی اُس نے۔

حدیث ۳ = امام مسلم وغیرہ کے اُستاد حافظِ حدیث عبدالرزاق اپنی مصنف میں اور جناب امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:- یَا جَابِرُ اِنَّ اللہَ تَعَالیٰ قَدْ خَلَقَ قَبْلَ العشیاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔ ترجمہ:- اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ حدیث تا دیل ہے۔ پھر اس نور کے چار حصّے فرمائے۔ پہلے سے قلم، دوسرے لوح۔ تیسرے سے عرش بنایا۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ تمام مخلوقات حضور علیہ السلام کے سامنے پیدا ہوئی۔ اور حضور علیہ السلام کے نور ہی سے پیدا ہوئی۔

آیت ۱۳ پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء = وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥

ترجمہ = اور ہم نے نہ بھیجا آپکو مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

محبوب علیہ السلام تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔ کب سے رحمت ہے اور کب تک ہے۔ اور کس طرح رحمت ہے۔ وہ تو رحمت للعٰلمین ہے۔ معلوم ہُوا کہ جب سے عالم بنا ہے اور جب تک رہے گا۔ اُس کی رحمت کی بارش اُن پر

ہوتی رہے گی۔ یعنی ہر طرح اور ہر نوعیت سے رحمت عطا فرما رہے ہیں۔ جن کا پروردگارِ عالم پالنے والا رب العٰلمین ہے۔ اُن کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عطا فرمانے والا رحمت اللعلمین ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّوجل اپنی مخلوق کے تمام احوال وافعال سے خبردار ہے۔ اسلئے سب کو ہر حال میں روزی پہنچاتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے رحمت بنایا۔ اور سب عِلم عطا فرمایا ہے۔ اور منکر جو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عِلمِ غیب کا انکار کرتے ہیں۔ وہ تو قرآن شریف کے آیاتوں کا صاف انکار کر رہے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہی نہیں تو وہ رحمتِ مخلوق کو کس طرح عطا فرمائیں گے۔ جبکہ ان کے حالات سے ہی خبر نہیں۔ تو رحمت کا فیض ان تک کس طرح پہنچاوینگے اللہ تعالیٰ عزّوجل نے تو صاف فرما دیا ہے۔ کہ میرے محبوب میں نے آپکو نہیں بھیجا۔ مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت یعنی تمام مخلوق اللہ کو رحمت پہنچانے والا۔ اور اللہ تعالیٰ عزّوجلّ قرآن شریف میں بار بار فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ کہ فلاں قوم کے ساتھ میں نے یوں کیا۔ اور فلاں قوم کے ساتھ ایسا کیا۔ جیسا کہ آیت ۲۸ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحَابِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ = (یعنی کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ کیونکر کیا پروردگار تیرے نے ساتھ ہاتھیوں والوں کے کیا نہ کیا مگر ان کا پیچ گمراہی کے۔

اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ جس وقت جس قوم کے ساتھ جو معاملہ بھی ہوا ہے۔ حضور علیہ السلام کے سامنے ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اس کا بیان ..... آگے آرہا ہے۔ یہ شان ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ سب مخلوق سے پہلے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ عزّوجل نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ تو سب مخلوق محبوب علیہ السلام کے سامنے تو کیا۔ بلکہ ان کے نور ہی سے

پیدا ہوئی۔ تو مخلوق کا کوئی حال محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا رہ سکتا ہے۔

آیت ع ١٥ پارہ گیارہ سورۃ توبہ: لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۝

ترجمہ:- بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے، وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہارے بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں، مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا طرف ہماری تشریف آوری کا ذکر ہے۔ اور ہم پر اللہ تعالیٰ عزوجل کا خاص احسان، سب احسانوں سے بڑا احسان بیان ہوا ہے۔ اور سب انبیاء علیہ السلام نے اپنی اپنی امتوں کو حضور علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی۔ یعنی رسول سب رسولوں سے بڑا میثاق والا پیغمبر آپکی قبر انور کی وہ زمین جس سے جسم شریف ملا ہوا ہے۔ کعبہ معظمہ اور فرش وعرش وکرسی سے افضل ہے۔

دیکھو شامی باب الحج = اور فرمایا تمہارے نفسوں میں سے، یعنی فرشتوں یا جنات وغیرہ میں نہ آئے۔ دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ اُن کا آنا تم میں ایسے ہے جیسے روح کا آنا قالب میں کہ ہر وقت جسم میں رہتی ہے۔ مگر نگاہ سے غائب، اسی طرح اے مسلمانو! وہ تمہارے دل میں رہتے ہیں۔ مگر نگاہوں سے غائب، اور جو فرمایا تمہاری مشقت اُن پر بھاری ہے۔ تمہاری تکلیف سے اُن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کا مطلب بالکل ظاہر ہوگیا۔ کہ جب وہ تم میں ایسے آئے جیسے کہ قالب میں جان تو جسم کے ہر عضو کی تکلیف سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کی تکلیف سے اُنکو تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کے ہر حال سے ہر وقت خبردار ہیں۔ ورنہ ہماری

تکلیف سے آنکھ سے چھپی کس طرح ہو سکتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ معلوم ہوا کہ تمام جگہ حضور علیہ السلام تشریف لائے۔ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔

حدیث بخاری ۴ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ قبر میں ہر مردے سے یہ سوال ہوتا ہے۔

مَا کُنتَ تقول فِی ھٰذَا الرَّجلِ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیقولُ الشھد انہ عبد اللہ ورسولہٗ فیقال نظر الی مقعدک من النار ابدلک اللہ بہ مقعد من الجنّۃ = ترجمہ: تو اس شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہتا ہے۔ پس اگر وہ یہ کہتا ہے۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ یہ خدا کے بندے اور اُس کے پیغمبر ہیں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے۔ کہ اپنے مقام کو، جو دوزخ میں تھا۔ دیکھ، اُس کے عوض اب تجھے اللہ تعالےٰ نے جنت کا مقام عطا فرمایا ہے۔ = حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام جہان میں ہر مُردے کے ساتھ حاضر ہونا، یہ علمِ غیب نہیں تو کیا ہے۔ اور حاضر و ناظر کس چیز کا نام ہے۔

حدیث ترمذی شریف ۵ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

تجلی لی کل شیئٍ و عرفت = یعنی

ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی = اور فرمایا:-

فَعَلِمتَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اور میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

آسمان اور زمین میں ایسی کوئی چیز نہیں۔ جس کا علم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیا گیا ہو۔

حدیث بخاری شریف ۶۔ حضرتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

مَن یرید اللہ بہٖ خیرًا یفقھہٗ فِی الدّین انما انا قاسمٌ واللہُ

عزّ وجلّ یُعطی ۔ یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسکو دین کا علم عنایت کر دیتا ہے۔ اور سوا اس کے نہیں کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ اللہ عزّ وجل مجھے عطا فرماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو علم جس شخص کو جب بھی ملتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک سے عطا ہوتا ہے۔

حدیث بخاری شریف۔ ۔ ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :—

ھَل ترون قبلتی ھٰھنا فواللہ ما یخفیٰ علیّ خشوعکم ولا رکوعکم اِنی لاراکم من وراء ظہری ۔ یعنی تم میرا منہ اس طرف دیکھتے ہو۔ پس اللہ کی قسم نہیں چھپا اوپر میرے خشوع تمہارا اور نہ رکوع تمہارا۔ اور میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث بخاری شریف ۸ = حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ مجھے حارثہ کی کیفیت بتلایئے۔ اور وہ میدانِ بدر میں ایک نامعلوم تیر لگنے سے قتل ہوئے تھے۔ کہ وہ جنت میں ہے۔ یا دوسری جگہ۔ یعنی دوزخ میں، آپ نے فرمایا :—

یا اُمّ حارثۃ اِنّھا جنانٌ فی الجنّۃ واِن ابنک اصاب الفردوس الاعلیٰ ۔ یعنی اے حارثہ کی والدہ جنت کے اندر بہت سے جنتی ہیں۔ اور بے شک تمہارا بیٹا فردوسِ اعلےٰ میں ہے۔

اس سے آخرت کا علم غیب بھی ثابت ہو گیا ۔ تفسیر ابن جریر ۵

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ

خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا :۔

لَمْ تُحِطْ مِنْ عِلْمِ الْغَیْبِ بِمَا اَعْلَمُ = یعنی جو علم غیب میں جانتا ہوں۔ آپ کا علم اسے محیط نہیں۔ امام قسطلانی مواہب الدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:۔ اَلنُّبُوَّۃُ ھِیَ الْاِطِّلَاعُ عَلَی الْغَیْبِ = یعنی نبوت کے معنی ہیں کہ غیب کا جاننا۔

علامہ شامی سَلُّ الْحُسَام میں فرماتے ہیں :۔

الخصوص یجوزان یعلموا الغیب فی قضیۃ او قضایا کما وقع لکثیر منھم واشتھر = یعنی جائز ہے۔ کہ اولیاء کو کسی واقع یا وقائع میں علم غیب ملے جیسا کہ اُن میں بہت سے واقع ہو کر مشتہر ہوئے۔

حضور پر نور سیدنا پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقَاءَ لَیُعْرَضُوْنَ عَلٰی عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ = یعنی عزت الٰہی کی قسم بیشک سعد وشقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔

بہجۃ الاسرار و خلاصۃ المفاخر وامام وحد نور الحق والدین ابوالحسن وغیرہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے۔ سب دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اُسے سپرد فرمادیں۔ اور اجازت فرمادی۔ کہ جسے چاہیں عطا کریں۔ اور جسے چاہیں منع فرمائیں۔

علی قاری وغیرہ علماء نے نزہۃ الخاطر وغیرہ کتب مناقب شریفہ میں ذکر کئے۔ حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترقیاتِ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:۔ اطلعہ علی غیبہ حتی لا تنبت شجرۃ ولا تخضر ورقۃ الا بنظرہ یعنی اللہ خالق اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ یہانتک کہ کوئی پیڑ نہیں اُگتا اور کوئی پتہ

نہیں ہر پاتا مگر اُس کی نظر کے سامنے ؂

امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں:-

لَا یَعْلَمُ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَطَّلِعُہٗ عَلٰی مَا یَشَآءُ مِنْ غَیْبِہٖ وَالْوَلِیُّ تَابِعٌ لَّہٗ یَاْخُذُ عَنْہُ یعنی کوئی غیر خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوا اُسکے پسندیدہ رسولوں کے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنے غیب پر جو چاہے اطلاع دیتا ہے۔ یعنی وقت قیامت کا علم بھی اُن پر بند نہیں۔ اور اولیاء رسولوں کے تابع ہیں۔ ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:-

اِنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ۔ یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوح کریم تمام جہان میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

بخاری شریف کی حدیث اُوپر گذر چکی ہے۔ کہ ہر قبر میں ہر مُردے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں۔

آیت ۱۶ پارہ ۵ سورۃ النسآء رکوع ۹ =

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ؕ

یعنی اگر ان سے گناہ ہو جائے۔ اور وہ بخشوائیں تو آپ کے جناب میں حاضر ہو جائیں۔ آپ ان کی بخشش چاہیں تو بخشے جائیں گے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جو شخص جب بھی توبہ کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام ہی توبہ قبول کرواتے

ہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر دل میں تصور کر کے توبہ کر لیں تو قبول ہوگی۔ اور حکم قیامت تک سب مسلمانوں کے لئے ہے۔

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے:۔

ھُوَا صلے اللہ علیہ وسلم لا یخفیٰ علیہ شیئ من الخمس المذکورۃ فی الآیۃ الشریفۃ وکیف یخفیٰ علیہ ذٰلک الاقطاب السبعۃ من امتہ الشریفۃ یعلمونہا الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاٰخرین الذی ھوا بسبب کل شیئ ومنہ کل شیئ = یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ان پانچ علم غیوب سے جن کا آیت شریف میں ذکر ہے، مخفی نہیں۔ اور کیونکر یہ چیزیں حضور علیہ السلام پر پوشیدہ رہیں۔ حالانکہ حضور کی اُمت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے۔ پھر غوث کا کیا کہنا۔ پھر اُن کا کیا پوچھنا۔ جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں۔ اور ہر شئے اُن سے ہے۔

امام محمد ابو بصری قصیدہ بُردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدنیا وضرتھا من علومک عِلْمُ اللَّوحِ وَالْقَلَمِ۔ یعنی یارسول اللہ دنیا و آخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں۔ اور لوح و قلم کا علم، جس میں تمام مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہے۔ حضور کے علم سے ایک ٹکڑا ہے۔ امام احمد قسطلانی مواہب الدنیا شریف میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ قَالَ عِلمَاءُ نَا رَحِمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالیٰ الزائیر یشعر نفسہٖ

بانہ واقف بین یدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کما ھوا فی حیاتہ اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مشاھدۃ لا امتہ ومعرفتہ باحوالھم و نیاتھم وعزاعمھم وخواطرھم وذالک عندہ جلی الاخفاہ

یعنی بے شک ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ زائر اپنی نفس کو آگاہ کردے۔ کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔ جیسا کہ حضور کی حیات ظاہری میں۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں۔ کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دلوں کے خطروں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور پر روشن ہیں۔ جس میں اصلاح پوشیدگی نہیں ۔ مواہب شریف میں ہے۔

لا شک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ علے زید من ذٰلک والقی علیہ علوم الاولین والاخرین = یعنی کچھ شک نہیں۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زائد حضور کو علم دیا۔ اور تمام اگلوں پچھلوں کا علم حضور پر القاء فرمایا۔

امام قاضی پھر علامہ قاری، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر، امام سیوطی میں لکھتے ہیں :۔

انفوس القدسیۃ اذا تجددت عن العلائق البدنیہ اتصلت بالملا الاعلےٰ ولم یبق لھا حجاب فتری وتسمع الکل کالمشاھد

یعنی پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں۔ ملاء اعلےٰ سے مل جاتی ہیں۔ اور ان کے لئے کچھ پردہ نہیں رہتا۔ تو سب کچھ ایسا سنتی دیکھتی ہیں جیسا یہاں موجود ہیں :۔

یہ تو اللہ تعالےٰ کے پیارے بندوں کا حال ہے۔ اب پھر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنیں۔

آیت ۱۷ پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن، رکوع ۱۔ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

یعنی رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اور مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن کا ان کو بیان سکھایا۔ (شانِ نزول)

آیت ۱۸ اُسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ۝ یعنی رحمٰن کو سجدہ کرو۔

محبوب نے حکم دیا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ کفار نے کہا کہ رحمٰن کون ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ اور بعض کفار کہا کرتے تھے۔ کہ حضور کو کوئی بشر قرآن سکھاتا ہے۔ تو یہ آیت اُتری۔ کہ بشر نہیں سکھاتا بلکہ رحمٰن قرآن سکھاتا ہے۔

تفسیر خازن ع۶ تم نہیں جانتے کہ رحمٰن کون ہے۔ رحمٰن وہی تو ہے جس نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ مراد یہ ہے۔ کہ اُنہیں کو سکھایا۔ جن پر یہ قرآن اُتارا۔ اس سے حضور علیہ السلام کے علم کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ اگر شاگرد میں علمی نقصان ہے۔ تو اس کی تین ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو استاد ناقابل یا بخیل ہو یا جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی یا شاگرد ناقابل تھا۔ چوتھی وجہ ہو سکتی ہی نہیں۔ یہاں تو رب تعالیٰ پڑھانے والا اور محبوب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھنے والے اور کتاب قرآن مجید جس میں سارے علم موجود ہیں۔ پھر علم مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں کامل نہ ہوا۔ بتاؤ ان تین میں سے ناقص کون ہے۔ جب رب تعالیٰ کامل اُستاذ، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کامل شاگرد، کتاب کامل قرآن پاک پھر علم کیوں ناقص ہے۔

خلق الانسان میں' انسان سے مُراد ذاتِ گرامی جناب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ مطلق سے مراد فردِ کامل ہوتی ہے۔ اور عَلَّمَهُ الْبَيَانَ میں بیان سے مراد ہے۔ تمام مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ یعنی سب اگلے پچھلے واقعات کا علم وعلم غیب وغیرہ سارے علوم سکھائے۔

تفاسیر خازن و خزائن العرفان ۸۔ مطلق علمِ غیب تو اللہ تعالیٰ عزّوجل پیغمبروں اور ولیوں کو بھی عطا فرمایا ہے۔ اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ عزّوجل نے وہ علوم عطا فرمائے ہیں۔ کہ جس تک کبھی انسان کے عقل و حواس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ تعجب ہے اُن لوگوں پر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے بھی منکر ہیں۔ اور وہ دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں۔

آیت ۱۹ پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب رکوع ۱ اللہ تعالیٰ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

یعنی نبی مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور ان کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

شانِ نزول حضور علیہ السلام نے اصحابِ کرام کو غزوۂ تبوک کے لئے حکم فرمایا۔ تو بعض حضرات نے عرض کیا کہ ہم اپنے ماں باپ سے مشورہ کریں۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ فرمایا گیا۔ کہ جس قدر ملکیت وقرب تمہاری جانوں سے تم کو ہے۔ اس سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے ہے۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ہوتے ہوئے کسی کے مشورہ کا انتظار کرنا مناسب نہیں۔ حضور علیہ السلام کا حکم اللہ تعالیٰ عزّوجل کا حکم ہے؟ اولیٰ کے چند معنی ہیں۔ یعنی زیادہ مالک کہ تم پر اتنا اختیار اور ملکیت ہے۔ کہ اتنی ملکیت تمہاری جانوں کو تمہارے جسموں

اور اعضاء پر نہیں ہے۔ یعنی اپنی ہر چیز کو حضور علیہ السلام کی بالکل ملکیت سمجھیں اور دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جان سے زیادہ اطاعت کے لائق ہیں۔ موت کے بعد ہاتھ پاؤں بے کار، قیامت میں ہاتھ پاؤں خلاف گواہی دیں گے۔ مگر محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا کرم دیکھئے زندگی: موت، قبر، حشر اور ہر جگہ شامل ہے۔ تیسرے یعنی زیادہ قریب نزدیک تر نبی مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ ان کی جانوں کے۔ اور یہ معلوم ہے۔ کہ دنیا میں سب سے زیادہ قریب ہماری جان ہے۔ اس لئے اگر جسم کو ذرہ سی بھی تکلیف پہنچ جائے تو روح کو خبر ہو جاتی ہے۔ اور جان سے بھی زیادہ قریب محبوب اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور حضور علیہ السلام ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہیں۔ اور ان میں اختلافات بھی ہیں۔ مگر اس پر متفق ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس لئے ہر شخص نماز میں کہتا ہے۔ السلامُ علیکَ ایہا النبیُّ = یعنی اے نبی آپ پر سلام ہر قبر میں مُردے کے ساتھ حضور حاضر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ بہت سی آیات و احادیث رفقہائے کرام سے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر روح البیان، مدارج النبوۃ وغیرہ ۸ =

آیت ۲۰ پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۱ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

یعنی پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ

تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکت دے رکھی ہے. کہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں. بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے.

اس آیت میں معراج شریف کا ذکر ہے۔ فرمایا کہ میں اپنے پیارے بندے کو لے گیا۔ جاننا چاہیئے. کہ کہاں لے گیا۔ یہ سب کو معلوم ہے. کہ حدیث بخاری و مسلم و دیگر احادیث میں بیان ہوا. کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ساتوں آسمانوں کا ملاحظہ فرماتے ہوئے بالا عرش تشریف لے گئے۔ اور وہاں گئے. جہاں سے آئے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے. کہ اللہ نے فرمایا:—

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ : یعنی البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری جنس سے ۔

تو اب کہاں سے آیا جہاں، کہاں ختم ہے. عقل و حواس کی رسائی نہیں۔ براق پر سوار ہوئے۔ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر آن کی آن میں بیت المقدس پہنچے ۔ وہاں تمام انبیاء علیہم السلام اور مُرسل ملائکہ موجود تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ اور نماز کی تیاری کی۔ تمام انبیاءُ و ملائکہ پیچھے صف لبستہ کھڑے ہو گئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی ۔ حضرت جبرئیل نے اذان و تکبیر کہی۔ (شامی باب الاذان) اور جنت و دوزخ کی سیر فرمائی ۔ جنت میں باغات و عمارتوں کا ملاحظہ فرمایا. اور جہنم کا معائنہ فرمایا۔ گنہگاروں کے عذاب اور اپنے دشمنوں کے عقاب کو دیکھا. ایک جماعت کا ملاحظہ فرمایا۔ جو کہ دوزخ میں گرم پتھر کھا رہی ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال سے زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے، وغیرہ ، سب لوگوں کا ملاحظہ فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کے سب حالات ذرہ ذرہ کا علم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا.

خیال رہے۔ کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک رہے گی۔ اس میں جو کچھ ہونے والا ہے یہ سب علوم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔ اور اس کے علاوہ آخرت کا علم جو لوگوں کے ساتھ آخرت میں ہونے والا ہے وہ بھی محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

حضور علیہ السلام نے سب کا ملاحظہ فرمایا۔ کوئی چیز حضور سے چھپی نہیں رہی۔ اور کیسے چھپی رہے۔ کہ جس آنکھ کو اللہ تعالیٰ عزّ وجل کا دیدار نصیب ہوا ہو۔ تو اس سے مخلوق کا کوئی حال کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو سننے اور دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :- اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝

تفسیر مدارج روح البیان ع ۹ میں ہے۔

یعنی حضور علیہ السلام کو اسلئے معراج کرائی گئی۔ کہ اُس کو عالم کے دیکھنے اور بلا واسطہ ہم کو دیکھنے اور ہماری کلام سننے پر قدرت رکھنے والے محبوب علیہ السلام ہی ہیں۔ اس آیت و احادیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ اللہ عزّ وجل نے اپنے محبوب کو معراج شریف میں سب کچھ دکھایا اور سنایا۔ اور ذرہ ذرہ کا علم اور اپنا دیدار عطا فرمایا۔ تو اب منکروں کو کیا چیز بُری لگتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے دیئے ہوئے علم پر نقطہ چینی اور حضور علیہ السلام کی شان گھٹانے میں کوشش کرتے ہیں۔ مگر ان کی بکواس سے حضور علیہ السلام کی شان نہیں گھٹتی۔ یہ اپنا منہ کالا کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ معراج کب ہوئی۔ نبوت کے ساڑھے گیارہ برس بعد ستائیس ۲۷ رجب کی آخری شب سوموار کی رات کو اپنی ہمشیرہ اُمہانی بنت ابی طالب کے دولت خانہ میں آرام فرما رہے تھے۔ اور حضرت جبرئیل امین براق و برات لے کر حاضر ہوئے۔

اور حضور علیہ السلام بُراق پر سوار ہوئے۔ حضرتِ جبرئیل نے اس کی لگام پکڑی۔ حضرتِ اسرافیل پیچھے کھڑے ہوئے اور ملائکہ چار طرف سے برائے خدمت حاضر تھے۔ حضور علیہ السلام کی پیدائش پاک، ہجرت، مدینہ پاک میں داخلہ پہلی وحی، معراج اور وفات یہ سب ہی دو شنبہ کو ہوئے ؎

آیت ع ۲۱ سورۃ نجم پارہ ۲۷ :۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ یعنی چمکتے تارے کی قسم جب وہ اُترے تمہارے صاحب، نہ بہکے۔ نہ بے راہ چلے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو اُن کو کی جاتی ہے۔

محبوب رب صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے اور معراج کا ذکر بیان فرمایا۔ تو منافقوں نے اعتراض کیا۔ کہ ہم تو قرآن کو مانتے ہیں۔ جو بات حضور علیہ السلام اپنی خواہش سے بیان کر رہے ہیں۔ ہم وہ نہیں مانتے۔ اور بھی کئی طرح کے بکواس بکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم جو بھی بیان فرماتے ہیں۔ اُن کی زبان سے جو بات ارشاد ہوتی ہے۔ وہ وحی ہوتی ہے۔ اپنی خواہش سے کوئی بات بیان نہیں فرماتے۔ لہٰذا جس نے محبوب کے بیان کئے ہوئے باتوں سے کسی بات کا بھی انکار کیا۔ تو اُس نے وحی یعنی قرآن کا انکار کیا۔ اور فرمایا:۔

فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۔ یعنی پس وحی کی ہم نے طرف بندے اپنے کے۔ جو کچھ بھی وحی کی۔

بعض منافقوں نے اعتراض کیا۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ معراج شریف میں ہم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور رب تعالیٰ نے ہم سے

کلام فرمائی؟ یہ ہم نہیں مانتے۔ اور اگر سچ ہے تو پھر حضور ہم سے بتائیں
کہ وہاں کیا کیا گفتگو ہوئی۔ اور کیا کلام فرمائی۔ اس کا سارا علم ہم کو بتا دیں۔
اللہ عزوجل نے فرمایا:۔ کہ میں نے اپنے محبوب سے جو بھی کلام فرمائی ہے۔
وہ ان کو کیو بتائیں۔ اور یہ کون ہیں پوچھنے والے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اللہ
جلّ شانہٗ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بِلا واسطہ کلام فرمائی۔ اور
یہاں وہ علمِ غیب عطا فرمایا۔ جو کسی دوسرے کو نہیں عطا ہوا۔ اور نہ ہی اس تک
کسی عقل و حواس کی رسائی ہے۔ یعنی مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن، جب سے دنیا
بنی ہے۔ اور جب تک رہے گی۔ قیامت کا حال مخلوق کے ساتھ جو کچھ ہونے
والا ہے۔ ہر ذرہ ذرہ کا عِلم اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمایا ہے۔
اور اس سے زیادہ علم جو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا ہے۔
اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب جانتے ہیں۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی
یعنی کلام فرمائی ہم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی کلام فرمائی۔
اور جو بھی علم عطا فرمایا۔ اوروں کو کیوں بتائیں۔ میں نے اپنے محبوب کو اپنے
پاس بُلوایا۔ اور جو کچھ عطا کرنا تھا عطا کیا۔ ان کو کیوں بتائیں۔ لہذا جو منکر محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب سے انکاری ہیں۔ وہ بتائیں۔ کہ ان کے پاس کیا
دلیل ہے۔ کیا اُن کو غیب معلوم ہے۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام کے ساتھ
موجود تھے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے بِلا واسطہ کلام
فرما رہے تھے۔ کیا یہ سُن رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا
تھا۔ کہ میں آپ کو علمِ غیب عطا نہیں فرماتا اور کبھی عطا نہ فرماؤں گا۔

لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۝ لعنت کی اللہ تعالےٰ نے اُوپر جھوٹوں کے۔

جو نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ نہ نقل سے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ یعنی دل نے جھوٹ نہ کہا۔ جو دیکھا تو کیا۔ تم اُن سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

اس آیت میں دیکھنے کا ذکر ہے۔ اس کے مقصد میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ ان کی اصلی شکل میں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ دل سے رب کو دیکھا۔ بعض فرماتے ہیں۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشمِ سر بیداری۔ شبِ معراج میں رب کو دیکھا۔ یہ تیسرا قول صحیح ہے۔ آنکھ سے دیکھا۔ تفسیر خزائن العرفان ع۱ حضرتِ انس بن مالک۔ اور حسن اور عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ کہ حضرت حسن بصری قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ شبِ معراج حضور علیہ السلام نے رب کو دیکھا۔

تفسیر روح البیان ع۱۱ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ رب نے ہم کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رب کو دیکھا۔ یہاں تک کہ آپ کا سانس بند ہو گیا۔

تفسیر روح البیان ع۱۲۔ یہی آیت مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ رَاَيْتُ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ ۔ یعنی میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ اس کی شرح برکات میں اسی جگہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بچشمِ سر بیداری شبِ معراج میں رب کو دیکھا۔ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ کہ یہاں خواب میں دیکھنا مراد ہے۔

حضرت وکیع کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے رب کو دیکھا۔ روح البیان میں زیر آیت سدرۃ المنتہیٰ ہے

حضور علیہ السلام کو کل ۳۴ بار معراج ہوا۔ ایک بار جسمانی یعنی بیداری میں اور باقی خواب میں۔ روحانی =

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں۔ کہ نبی کے صفات میں سے یہ بھی ایک صفت ہے۔ اِن لہٗ صفۃ بھا الیبصر الملٰٓئکۃ و یشاھد ھُم کما ان للبصیرا صِفۃً بھایفارق الاعمٰی = یعنی نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے۔ جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے۔ جیسے انکھیارے کے پاس ایک صفت ہے۔ جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے۔ اس سے معلوم ہُوا۔ کہ ہر نبی ملائکہ کو دیکھ سکتا ہے، اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ آنکھ ہے۔ کہ جس تک کسی کا عقل و حواس نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عزّوجل نے اپنے محبوب کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام کے نور سے سب مخلوق کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا تمام مخلوق حضور علیہ السلام کے سامنے پیدا ہوئی۔ ان کا ہر حال اور ہر رنگ حضور علیہ السلام دیکھ رہے ہیں۔ اور جبرئیل علیہ السلام مخلوق ہیں ان کی اصلی شکل بھی حضور علیہ السلام کے سامنے پیدا ہوئی۔ تو اب یہاں جبرئیل علیہ السّلام کو اصلی شکل میں دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حضور سے کوئی چیز چھپی نہیں رہی۔

آیت ۲۲ پارہ اٹھارہ سُورۃ الفرقان رکوع ۱

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ۝ یعنی بڑی برکت والا ہے۔ وہ جس نے قرآن اتارا اپنے بندے پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے۔

اس آیت میں رسالتِ عامہ کا ذکر ہے۔

پہلے گذر چکا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام رحمت اللعلمین ہیں۔ اس میں فرمایا کہ آپ نذیر اللعلمین ہیں۔ یعنی تمام مخلوقِ الٰہی کے رسول ہیں۔

اس عالمین میں ملٰئکہ، جن، انسان، حیوانات اور نباتات غرضیکہ عرشی فرشی سب داخل ہیں۔ کوئی بھی حضور علیہ السلام کے امتی ہونے سے خارج نہیں۔ اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے۔ جس کو مشکوٰۃ نے باب الفضائل سید المرسلین فصل اوّل میں بروایت مسلم نقل فرمایا۔ کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً اس حدیث کی شرح میں مُلّا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں۔ یعنی تمام موجودات کی طرف ہم نبی بنا کر بھیجے گئے۔ جن ہوں یا انسان، فرشتے ہوں یا حیوانات یا جمادات، اور اس کی خوب تحقیق امام قسطلانی نے مواہب الدنیہ میں فرمائی۔ اس آیت نے بتایا۔ کہ جس کو ربوبیتِ الٰہی سے حصّہ ملا۔ اُس کو نبوتِ مصطفائی میں پناہ ملی۔ اللہ ہر مخلوق کا خالق اور حضور علیہ السلام ہر مخلوق کے نبی۔ لہذا جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ تو امت کی ہر شکل اور ہر حال حضور علیہ السلام پر روشن ہے۔ تو اب جو معراج شریف کی آیت میں دیکھنے کا ذکر ہے۔ اس سے جبرئیل علیہ السلام کا دیکھنا کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ ثابت ہوُا۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ اور یہاں خواب میں بھی حضور علیہ السلام کا دیدار مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خواب میں تو امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی سَو بار دیدارِ اللہ تعالیٰ سے مشرف ہوئے۔ اور کیمیائے سعادت صفحہ ۴۲۶ میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ امام احمد حنبل نے فرمایا۔ کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:—

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ؛۔ یعنی اور انہوں نے تو دوبارہ دیکھا حدیث بخاری انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے دیدار سے مشرف ہوکر موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ پچاس نمازیں۔ تو موسیٰ علیہ السّلام نے کہا۔ کہ :۔ فارجع الیٰ ربک فان اُمّتک لا تطیق ذٰلک فرجعتُ فوضع مشطرھا۔ یعنی اپنے پرور دگار کی طرف دوبارہ لوٹ جائیے۔ کیونکہ آپ کی امت اس قدر عبادت کی طاقت نہیں رکھتی۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ میں واپس گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصّہ معاف کر دیا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام چند بار اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے دیدار سے مشرف ہوکر موسٰے علیہ السلام کے پاس واپس پہونچے حتیٰ کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں، موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ کہ اپنے رب کے پاس پھر جائیے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ محبوب اکرم نورمجسم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کی جناب میں ...... کئی بار حاضر ہوئے اور دیدار سے مشرف ہوئے۔

ثابت ہُوا۔ کہ حضور علیہ السلام نے۔ بچشم سر بیداری شب معراج میں رب کو دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب سے کلام فرمائی۔ اور جو کچھ عطا فرمایا، سب کچھ عطا فرمایا۔ اور علوم غیوب تو وہ عطا فرمائے۔ کہ جس تک کسی عقل و حواس کی رسائی نہیں۔

حدیث ۹ بخاری محمد بن اسحاق تابعی امام السیر والمغازی نے معانی نے کتاب الجلیس والانیس میں بطریقہ حرمازی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :۔ غزوۂ حنین میں مشرکین بھاگ گئے۔ مالک بن عوف کہ اس لڑائی میں سردار کفار ہوازن تھے۔ بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو۔ تو ہم اس کے اہل و مال سب اسے واپس دیں گے۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی۔ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ ایمان لاکر۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اہل و مال تمام اُنہیں واپس کر دئے۔ اور سَو اُونٹ اپنے خزانۂ کرم سے عطا کئے۔ تو مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شعر عرض کئے :۔

ماان رائت ولا سمعت بواحدٍ ۔۔۔ فی الناس کلھم کمثلِ محمدٍ

اوفیٰ واعطےٰ للجزیل لمجتدٍ ۔۔۔ ومتیٰ تشا یخبرک عما فی غدٍ!

یعنی میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا ہے۔ اور نہ سنا۔ سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائل کو نفع کثیر بخشنے والے۔ اور جب تو چاہے تجھے آئندہ کل کی خبر بتائیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر۔ فقال لہٗ خیراً وکسا خلعۃً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمۂ خیر فرمایا۔ اور انہیں خلعت پہنایا۔

الحمد للہ حضور علیہ السلام نے ان سچے اشعار کو ایسا پسند فرمایا۔ کہ انہیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرما دیا۔

علمِ غیب کس شئے کا نام ہے۔ فرمایا۔ کہ جب تو چاہے تجھے آئندہ کل

کی خبر بتائیں ۔
یہ بھی اس سے ثابت ہؤا۔ کہ تمام جہان کے لوگوں میں حضور کی مثل کوئی نہیں ۔ اسی طرح
حدیث بخاری ۱ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقین۔ یعنی تم میں سے کون شخص میری مثل ہے۔ میں رات کو سوتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلا دیتا ہے۔ اور پلا دیتا ہے۔
اور یہ تو صاف روشن ہے۔ کہ تمام مخلوق میں حضور علیہ السلام کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت اللعلمین ہیں اور رؤف الرحیم بھی، بلکہ نذیر اللعلمین ہیں۔ مگر منکر کہتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام ہمارے جیسے بشر تھے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کفار یہ کہا کرتے تھے۔ کہ نبی ہمارے جیسے بشر ہیں۔ اُن کا کفر ہی یہی تھا۔ کہ وہ نبی کی توہین کرتے تھے۔ کہ یہ تو ہمارے جیسا بشر ہے۔ ہماری طرح کھاتا پیتا اور پہنتا ہے۔ ہم اسکی بات نہیں مانتے۔ اور شیطان علیہ اللعنت بھی اس لئے لعنتی بن گیا۔ اس نے بھی یہی کہا تھا۔ کہ کیا میں بشر کو سجدہ کروں۔ اور دوسرا علم غیب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ثابت ہؤا۔ کہ جس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ کہ جب تو چاہے۔ تجھے غیب کی خبر دیں گے۔
یہاں سائل مطلق مخاطب ہے۔ کسے باشد نہ۔ وہ معین نہ اس کے پوچھنے کا وقت معدود، نہ غذ معرفہ بلکہ نقرہ غیر مخصوص تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے۔ جس آئندہ بات کو چاہے۔ حضور بتائیں گے۔ یہ اس کی شان ہو سکتی ہے۔ کہ اطلاع غیب اس کے ارادہ و خواہش پر

کر دی گئی ہو۔ کہ جب چاہے معلوم کرلے۔ یا بالفعل آئندہ باتوں کو جانتا ہو۔ ورنہ یہ اطلاق ہرگز صادق نہیں آسکتا۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دیئے۔ کہ جب کوئی جتنا مانگے۔ یہ اُسے دے۔ اور کمی نہ ہو۔ یا خزانوں پر اختیار دیا ہو۔ جس وقت جو چاہے لے۔ تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب یہ حدیثیں فرما رہی ہیں۔ کہ صحابی یہ صفتِ کریمہ حضور کی نعتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں۔ اور حضور انکار نہیں فرماتے۔ بلکہ خلعت و انعام بخشتے ہیں۔ تو صراحتاً ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اطلاعِ غیب حضور کے ارادے و اختیار پر رکھدی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو خزانۂ علم غیب بالفعل عطا فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام جسے جتنا چاہیں عطا فرمائیں ٭

حدیث بخاری ع۱۱ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ نے فرمایا:۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اِنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِکُمْ مِثْلَ اَوْ قَرِیْبًا مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ یُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ وَالْمُوْقِنُ فَیَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَالْهُدٰی فَاَجَبْنَاهُ وَاتَّبَعْنَاهُ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلَاثًا فَیُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا اِنْ کُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْمُرْتَابُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ سَمِعْتُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَقُلْتُهٗ = یعنی جو چیز مجھے اب تک نہ دکھائی گئی تھی اُسے میں نے اسی وقت اسی جگہ میں کھڑے دیکھ لیا۔ یہاں تک

کہ جنت اور دوزخ کو بھی اور میری طرف یہ وحی کی گئی ۔ کہ قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی۔ مسیح دجال کے فتنہ جیسی یا اس کے قریب قریب ۔ چنانچہ کہا جائیگا۔ تو اس شخص یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا کیا علم رکھتا ہے ۔ تو مؤمن یا مؤقن راوی کو شک ہے۔ کہے گا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ رسول ہیں۔ اللہ کے جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایات لے کر آئے تھے ۔ سو ہم نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی کی۔ یہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ اس سے کہا جائیگا۔ کہ تو آرام سے سو رہ بیشک ہم نے جان لیا۔ کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے لیکن منافق یا شک کرنے والا کہے گا۔ کہ میں اصلی حقیقت تو نہیں جانتا۔ ہاں لوگوں کو ان کی نسبت جو کچھ کہتے ہوئے سُنا۔ وہی میں نے بھی کہہ دیا۔ اس سے پہلے اصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم غیب عطا فرمایا ہے ۔ کہ جس وقت جس آئندہ بات کو جو شخص چاہے گا۔ حضور بتائینگے ۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیان کو تسلیم فرمایا۔ اب یہاں حضور علیہ السلام نے خود ارشاد فرمادیا ہے ۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُہٗ اِلَّا رَاَیْتُہٗ یعنی ایسی کوئی چیز باقی نہیں۔ جو اللہ نے مجھے نہ دکھائی ہو۔ اور جس کا علم مجھے عطا نہ فرمایا ہو۔ اگر تمہارا خیال ہے۔ کہ کوئی چیز ایسی ہوگی۔ تو اب میں خود فرما ہی دیتا ہوں۔ کہ ہر چیز مجھے اُس مقام پر دکھا دی گئی ۔ اور سب چیز کا علم مجھے عطا فرما دیا گیا۔ تو اس کے بعد محبوب کی شان اور علم غیب کا جو شخص انکار کرے گا۔ یا شک کرے گا۔ تو اس کا عذر قبول نہ کیا جائے گا۔ اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ جو لوگ اس قلیل دنیا اور اس کے علم کو بڑا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دنیا قلیل ہے ۔ انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ جب سے دُنیا

بنی ہے۔ اور جب تک رہے گی۔ اُس کا ہر ذرہ ذرہ مجھے دکھا دیا گیا۔ اور اس کی ہر شئے کا علم مجھے عطا فرما دیا گیا۔ اور اس کے علاوہ جنت و دوزخ کا علم بھی مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ = یعنی آپ فرما دیں۔ کہ دنیا اور اسکے سامان قلیل ہیں۔ اور حضور کے لئے فرما دیا:۔ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ یعنی آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا افضل ہے۔

حدیث بخاری ۱۲ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ وَمَوْضِعَ سَوْطِ احدکم من الجنۃ خیراً من الدنیا وَمَا علیھا = یعنی اگر جنت میں تمہارا مقام بقدر ایک کوڑی کے ہو۔ تو تمام دنیا وَمَا فیھا سے بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کے لئے ...کان وما یکون کا علم تو بہت قلیل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے سب چیز دکھائی گئی حتیٰ کہ الجنۃ والنار یہانتک کہ جنت اور دوزخ کے ہر ذرہ ذرہ کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دیا۔ اور حضور نے فرمایا۔ کہ اے لوگو قبروں میں تم سے یہی سوال ہوگا۔ کہ تم حضور علیہ السلام کی شان میں کیا کہتے ہو۔ مانتے ہو یا منکر اور شک کرنے والے ہو۔ چنانچہ آپ ہر مُردے کے ساتھ موجود ہوں گے۔ اور اُسے یہ کہا جائیگا۔ ماعلمك بهذا رجل = یعنی تجھے کیا علم ہے اِس شخص (یعنی حضور علیہ السلام) کی شان میں۔ تو محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو ماننے والا اور یقین کرنے والا کہے گا۔ کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایات لے کر آئے تھے۔ سو ہم نے ان کی ہر بات مانی اور ان کی پیروی کی۔ تین بار کہے گا۔ یہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تو اس

سے کہدیا جائیگا کہ تو آرام سے سو جا۔ بے شک ہم نے جان لیا۔ کہ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن منافق یا شک کرنیوالا کہے گا۔ کہ میں اصلی حقیقت تو نہیں جانتا۔ لیکن لوگوں کو ان کی نسبت جو کچھ کہتے سُنا۔ وہی میں نے بھی کہدیا۔ یعنی اگر کوئی کہتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب دیا ہے۔ تو میں بھی کہہ دیتا تھا۔ کہ ہاں دیا ہوگا۔ اور اگر کوئی کہتا تھا۔ کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب نہیں دیا۔ تو میں تسلیم کرتا اور جب بھی شانِ حضور علیہ السلام کا بیان کیا جاتا تھا۔ تو میں یہی کہتا تھا۔ یعنی کبھی اقرار اور کبھی انکار۔ پس اس سے کہا جائیگا۔ کہ نہ تو نے عقل سے دریافت کیا۔ اور نہ نقل سے۔ پھر لوہے کے ایک ہتھوڑے سے ایک ضرب اس کے دونوں کانوں کے درمیان لگائی جاتی ہے۔ جس سے وہ ایک چیخ مارتا ہے۔ جس کو انسان کے سوا اس کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ یہاں نماز، روزوں، حج، زکوٰۃ وغیرہ کسی چیز کی نسبت سوال نہیں ہوتا۔ اور اگر سوال ہوتا ہے۔ تو ہر چیز سے پہلے حضور علیہ السلام کی محبت وعظمت اور شان کی نسبت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی محبت کا نام ہی تو ایمان ہے۔ اس لئے یہاں سب سے پہلے ایمان کا پوچھا جاتا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ توبہ کرلیں۔ اور حضور علیہ السلام پر ایمان لے آویں۔ ورنہ پچتائیں گے اور سخت پچتائیں گے۔ اس حدیثِ پاک نے تو سب معاملہ ہی صاف کردیا۔ حاضر وناظر اور علمِ غیب کس شئے کا نام ہے۔

حدیث بخاری شریف نمبر ۱۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:۔ اِنَّ النَّبِیَّ صلے اللہ علیہ وسلم قال مَا مِنْ

مُؤمِنٍ اِلَّا وَ اَنَا اَولیٰ بِہٖ فِی الدُّنیَا وَالاٰخِرۃِ اقراءُ واِن شِئتم النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم فایما مُؤمِنٍ مَاتَ وترکَ مَالاً فلیرِثہٗ عقبتہٗ مَن کانوا ومن ترکَ دینارا اوضیاعًا تنی فانا مولاہٗ :— یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مومن ہے۔ میں اُس کا دنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ دوست ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیۃ پڑھو۔ اَلنَّبِیُّ اَولیٰ بالمؤمنین مِنْ اَنفُسِہِم = ہٰذا جو مومن مرجائے اور کچھ مال چھوڑے تو اس مال کے وارث اس کے اقارب میں جو کوئی ہوں بنیں۔ اور جو شخص کچھ قرض یا ضائع ہونے والی چیز چھوڑے۔ وہ میرے پاس آئے کیونکہ میں اس کا مولیٰ ہوں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ اولےٰ کے چند معنی ہیں۔ جیسا پہلے آیت شریف میں ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی زیادہ قریب بمقابلہ ان کی جان کے اور یہاں سب سے زیادہ قریب ہماری جان ہے۔ جسم کو ذرہ بھر تکلیف پہنچ جائے۔ تو روح بے قرار ہو جاتی ہے۔ اور جان سے بھی زیادہ قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا حضور علیہ السلام ہمارے ہر حال سے ہر وقت خبردار ہیں۔ اور دوسرا زیادہ مالک، مطلب یہ ہُوا۔ کہ حضور علیہ السّلام کو تم پر اتنا اختیار اور ملکیت ہے۔ کہ تمہاری جسموں پر تمہاری جان کو نہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ ہماری تکلیف سے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہونچتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام ہمارے مالک ہیں۔ دنیا اور آخرت میں ہم کو تکلیف سے بچاتے ہیں۔ اور ہماری ہر بلا کو حضور ہی دفع فرماتے ہیں۔ اس دنیا میں آتے ہی اُمتی اُمتی فرمانے والے اور دنیا کی تمام زندگی میں اُمّت کو فراموش نہ فرمایا۔ قبر میں بھی ہر اُمتی

مؤمن کو عذاب سے حضور بچانے والے ہیں۔ پُل صراط اور حشر کے میدان کی تکلیف سے حضور چھڑانے والے ہیں۔ اور اپنی امّت تو کیا۔ بلکہ تمام نبیوں کی اُمتوں کو محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت پہنچانے والے ہیں۔

یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں۔ بغیر قرض کے۔ یعنی قرض نہیں بخشا جاتا۔ جب تک کہ قرضخواہ کو ادا نہ کردے۔ یا مالک قرضدار کو بخش نہ دے۔ مگر یہاں تو یہ حدیث شریف فرما رہی ہے۔ کہ قرض بھی حضور علیہ السلام ادا کرا دیتے ہیں۔ یا معاف فرما دیتے ہیں۔ قرض کی ادائیگی کی ذمہ داری محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لے لی۔ فرمایا۔ جو شخص کچھ قرض یا ضائع ہو جانے والی چیز چھوڑے۔ تو میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں اس کا مالک ہوں۔ اگر قرض ہو گا۔ تو ادائیگی کا ذمہ دار میں ہوں۔ اور اگر ضائع ہونے والی چیز ہوگی۔ تو اُس کی حفاظت کا ذمہ دار میں ہوں۔ یہاں حضور نے فرمایا۔ جو شخص میری خدمت میں پہنچ جائے۔ اُسکی تمام مشکلات آسان ہو جائینگی۔ نیز اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب وہ ظلم کرلیں۔ اور توبہ کرنی چاہیں تو آپ کی جناب میں حاضر ہو جائیں۔ آپ ان کی توبہ قبول کروائیں۔ تو قبول ہو جائے گی۔ یعنی جس وقت جہاں بھی جو شخص توبہ کرے۔ تو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہو جائے۔ یہی حکم قیامت تک سب مسلمانوں کے واسطے ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر سمجھکر جناب کی بارگاہ میں عرض کریں۔ کیونکہ تمام مسلمان حضور کی خدمت میں ظاہری صورت میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ تو اس آیت کے معنی کس طرح کئے

جائیں گے۔ جس کا آیت نمبر ۱۴ میں ذکر ہو چکا ہے۔

لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ، یعنی

ان سے گناہ ہو جائے۔ اور وہ بخشوائیں۔ تو آپ کی جناب میں حاضر ہو جائیں۔

لہذا حضور علیہ السلام کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خوب ثابت ہوا۔ بلکہ ہماری جانوں سے بھی ہم کو زیادہ قریب ہیں۔ اور ہمارے مالک ہیں۔

حدیث شریف بخاری ۱۴ امام احمد محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ اعلشی مازنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمتِ اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لیکر حاضر ہوئے۔ اور اپنی منظوم عرضی حضور کے سامنے عرض کی۔ جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی۔

یَا مَلِكَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ

"یعنی اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزاء و سزا دینے والے"

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ فریاد سن کر شکایت دفع فرمائی۔ اس حدیث میں اصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا۔ کہ حضور علیہ السلام تمام آدمیوں کے مالک ہیں۔ اور جزاءُ سزا دینے کا بھی حضور کو اللہ تعالیٰ نے اختیار عطا فرمایا ہے۔ منکر تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے انکاری ہیں۔ اور یہاں تو تمام مخلوقاتِ الٰہی پر حضور علیہ السلام کی ملکیت ثابت ہو گئی ہے۔ اور مالک وہی ہوتا ہے۔ جس کے قبضہ میں سب چیز ہو۔ تو دنیا و مافیہا حضور کے قبضہ میں ہے۔ جس کا بیان آگے آرہا ہے۔

حدیث شریف بخاری ۱۵ سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

من یضمنُ لی مِن بین لحیَیۡہِ وَمَا بین رجلیہِ اضمن لہُ الجنۃ = یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میرے واسطے اپنی زبان و شرمگاہ کا ضامن ہو جائے۔ تو میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوں ٭

اس سے معلوم ہوُا۔ کہ جو شخص گناہ کرتا ہے۔ تو اُس کو اس گناہ کے بدلے تکلیف پہونچتی ہے۔ تو وہ تکلیف اس کی روح کو پہونچتی ہے۔ تو حضور علیہ السلام ہمارے جسموں سے بمقابلۂ روح زیادہ قریب ہیں۔ اسلئے حضور نے فرمایا۔ کہ جو میرے واسطے ضامن ہو جائے۔ یعنی مجھے اس تکلیف سے بچائے۔ اگر وہ یہ گناہ کرے تو اسے تکلیف پہونچے گی۔ تو اُس کی تکلیف سے مجھے تکلیف پہونچتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوُا۔ کہ حضور علیہ السلام سے ہمارے حالات چھپے نہیں۔ ہمارے کُل حالات ظاہری و باطنی حضور پر روشن ہیں۔ اور دوسرا فرمایا۔ کہ میں اُس کی جنّت کا ضامن ہوں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوُا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے محبوب علیہ السلام کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔ اور اختیار عطا فرمایا۔ جسے چاہیں جنّت میں داخل کریں۔ اور جسے چاہیں منع فرمادیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے صاف ارشاد فرمایا ہے۔ اضمن لہ الجنّۃ یعنی جو شخص جس وقت قیامت تک اور ہو مؤمن، میری یہ بات مان لے۔ تو میں اُسکی جنت کا ضامن ہوں۔ یعنی جو شخص زبان سے جھوٹ نہ بولے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور شرمگاہ یعنی زِناہ سے بچنا وغیرہ۔ جو شخص میرے اس فرمان پر عمل کرے گا تو میں اُس کے جنت کا ضامن ہوں۔ یہاں یہ نہ فرمایا۔ کہ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اور تمام نیک کام کرے اور تمام بُرے کاموں سے بچے، تو میں

جنت کا ضامن ہوں۔ بلکہ مطلق ارشاد فرمایا۔ کہ جو شخص زبان اور شرمگاہ کے گناہ سے اپنی جان کو بچالے۔ اور وہ بچنا میرے لئے ہو۔ میرے حکم کی تعمیل اور مجھے تکلیف پہنچنے کا خیال جس مومن کے دل میں ہوگا۔ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام جنت کے مالک و مختار ہیں۔

حدیث صحیح مسلم شریف ۱۶ وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ و معجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیع بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:۔

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سئل ولفظ الطبرانی فقال یوما ربیعۃ سلنی فاعطیك رجعنا الی لفظ مسلم قال فقلت اسألك مرافقتك فی الجنۃ فقال اوغیر ذالك قلت ھوا ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرۃ السجود = یعنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب حضور کے لئے آب وضو وغیرہ ضروریات حاضر لایا۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بحر رحمت جوش میں آیا۔ ارشاد فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ کہ ہم تجھے عطا کریں۔ میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں۔ کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا کچھ اور میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

یہاں تو حضور علیہ السلام نے مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمایا سَل

مانگ کیا مانگتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔ جب تو بلا تقلید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے۔ یعنی جو جی میں آئے مانگو۔ کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ یؤخذ من اطلاقہ صلے اللہ علیہ وسلم الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما ارادہ من خزائن الحق (یعنی) حضور علیہ السلام نے مانگنے کا حکم مطلق دیا ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو عام قدرت بخشی ہے۔ کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمائیں۔ اور فرمایا۔

فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود ۔ یعنی تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔ فاعنی۔ یعنی میری مدد کر معلوم ہوا کہ جو مومن عبادت کرتا ہے۔ اس کے روح کو خوشی ہوتی ہے۔ اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہر مومن کا روح ہیں۔

آیت ۲۳ پارہ ۹ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ۔ یعنی جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں اسکی۔ زیادہ کر دیتی ہیں۔ ان کو ایمان۔ یعنی ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں اُن پر پڑھی جائیں۔ تو ان کے ایمان زیادہ ہوتے ہیں۔ اور حضور نے فرمایا۔ کہ میری مدد کر کثرتِ سجود سے۔ مطلب صاف ہے۔ یعنی عبادت کرنے سے جو تیرے ایمان کو خوشی ہو گی۔ وہ میری خوشی ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام کی سچی محبت کا نام ایمان ہے

نیز یہاں یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ کہ .... منکرین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ غیرِ خدا سے مدد طلب کرنے والا کافر و مشرک ہے۔ اور یہاں حضور علیہ السلام نے اصحابی سے مدد طلب فرمائی۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:— اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ :-
یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔
نیز فرمایا:— وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی = یعنی
ایک دوسرے کی مدد کرو۔ بھلائی اور پرہیزگاری پر قرآن شریف نے جگہ جگہ غیرِ خدا سے مدد لینے کا حکم فرمایا
پارہ نو۹یں میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا:
تم لوگ میری مدد کرو۔ اپنی قوت سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا:-
اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ :— یعنی تم اللہ کی مدد کرو۔
اللہ تمہاری مدد کرے گا = اللہ عزوجل کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ نہ ہی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مدد کے محتاج ہیں۔ صرف ہمارے فائدے اور تعلیم کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک دوسرے سے مدد کرو نیک کاموں میں اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔
اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب کے واسطے انسان پیدائش سے قبر تک بندوں کی مدد کا محتاج ہے۔ ماں باپ کی مدد سے پرورش پائی۔ بیمار ہوا تو طبیب کی مدد سے شفا پائی۔ استاد، پیر کی مدد سے ایمان ملا۔ غرضیکہ قبر تک، بلکہ قبر میں بھی مسلمانوں کی مدد سے ثواب پہونچتا رہا۔ مسلمان جو بھی خیرات وغیرہ کا ثواب قبر والے کی روح کو بخشتے ہیں۔ اس کو پہونچتا ہے۔ اور منکر سمجھتے ہیں

ہیں۔ کہ غیرِ خدا سے مدد لینا شرک ہے۔ اِن کے دماغوں میں بھوسہ بھرا ہُوا ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ جہاں مددِ خدا کے ساتھ خاص کیا گیا ہے وہ حقیقی مدد ہے۔ اور جہاں غیر خدا سے مدد لینے کا حکم ہے۔ وہاں بواسطہ ہے۔ حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی فرمانداری ہے۔ اور اگر اس مدد سے شرک ثابت ہو تو دنیا میں کوئی مسلمان شرک سے نہیں بچ سکتا۔ سکول ماسٹر سے کہا جاتا ہے۔ کہ میرے لڑکے کی مدد کریں۔ کہ پاس ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے۔ کہ مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا۔ میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ وکیل سے کہا جاتا ہے۔ کہ اس مقدمہ میں میری مدد کریں۔ وغیرہ۔ لہٰذا تمام دنیا جہان میں ایسا کوئی انسان نہ ملے گا جو ایک دوسرے سے مدد نہ چاہیں۔ تو مُنکر اور وہابیوں کے فتوے سے سب کے سب مشرک ہوئے۔

مُنکرین نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ صاف لکھ دیا ہے۔ کہ کسی کو وکیل سمجھنا اور کسی کو مشکل کے وقت پکارنا اگر انبیاء علیہ السلام کو پکارے بھی۔ یعنی اگر حضور علیہ السلام کو عرض کرے کہ یا رسول اللہ میری مدد فرمایئے۔ اور کسی کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا۔ اگرچہ اس کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور مخلوق بھی سمجھے۔ سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔ اس کا بیان اور ثبوت اس کتاب کے تیسرے باب میں آئے گا۔ وہابیوں کی کتابوں کے نام اور عبارتیں و صفحے درج ہیں۔ تو اب یہ جو نماز میں حضور علیہ السلام پر سلام عرض کرنے کا حکم ہے۔ یعنی نماز میں کہا جاتا ہے۔

السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تو یہاں بھی حضور علیہ السلام کو پکار کر سلام کیا جاتا ہے۔ مگر دیوبندی وہابی کے فتوے سے دنیا میں سب مسلمان نمازی ہوں یا بے نماز مشرک اور ابوجہل کے برابر ہوئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں مسلمان' مسلمان ہیں۔ جو مسلمانوں کو ابوجہل اور مشرک کہتے ہیں وہ خود ابوجہل اور مشرک ہیں۔ حضور علیہ السلام سب مسلمانوں کے مولے ہیں۔ اور مولے کے معنی ہیں مددگار۔ تو اس دنیا جہان میں سب مومنوں کے حضور علیہ السلام مددگار ہیں۔ اور قبر میں ہر مُردے کے ساتھ حضور علیہ السلام حاضر ہوتے ہیں۔ اور مدد فرماتے ہیں۔ اور میدانِ حشر میں محبوب علیہ السلام امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ اور مدد فرمائیں گے۔ بلکہ تمام اہلِ اسلام کی شفاعت اور مدد فرمائیں گے۔

حدیث ۱۷ (الطبرانی) عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اذا ضل احدکم شیئاً واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لا یراھم یعنی

جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں۔ تو اسے چاہیے۔ کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کریں گے۔

حدیث ۱۸ البیہقی۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراداللہ بعبد خیراً ان ستعملۃ علے قضاء حوائج الناس۔ یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔ یعنی اس سے مخلوق کی مدد کرنے کا کام لیتا ہے۔

آیت ۲۴ پارہ ۲۸۔ سورۃ التحریم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ٥ یعنی بے شک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے۔ جبرئیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مددگار ہیں۔
حدیث میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔
صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ابو بکر و عمر = یعنی یہ نیک مسلمان ابوبکر و عمر فاروق ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔ الطبرانی اور فرمایا اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے۔
وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ عزّ و جل فرماتا ہے:۔
فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا یعنی قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔
تفسیر معالم التنزیل ۱۲ میں ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نے فرمایا:۔

لہ مدبرت الامر ملئکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے۔ جن کی کار روائی اللہ تعالیٰ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی۔
عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا۔ کہ دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں۔ جبرئیل، میکائیل۔ عزرائیل، اسرافیل۔ جبرائیل تو ہواؤں اور لشکروں پر مامور ہیں۔ کہ ہواؤں کو چلانا، لشکروں کو فتح وشکست دینا ان کے تعلق میں ہے۔ اور میکائل باران وروئیدگی پر مقرر ہیں۔ کہ مینہ برساتے اور گھاس وکھیتی اُگاتے ہیں۔ اور عزرائیل قبض روح پر مسلط ہیں۔ اور اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

حدیث ۱۹ (ابو نعیم) حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اَلقُراٰنُ ذُوْ وُجُوہٍ یعنی قرآن متعدد معنی رکھتا ہے۔

اب آیت کریمہ کے دوسرے معنی سمجھئے۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

اوصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن ابدانہا غرقًا الیٰ نزعًا شدیدًا من اغراق النازع فی النفوس فتنشط الیٰ عالم الملکوت وتسبیح فیہ فتبق الیٰ حظائر القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات۔ یعنی ان آیاتِ کریمہ میں اللہ عزوجل روح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے۔ جب وہ اپنی پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوتِ تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی خطیرہائے حضرتِ اقدس تک جلد رسائی پاتی پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث

کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔
احمد بن محمد شہاب خفاجی عنائت القاضی وکفایت الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں۔

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور۔ الا انہ لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاھد سلف والتوسل بھم الی اللہ تعالیٰ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ = یعنی اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ جب تم کاموں میں متحیّر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا اور اسلئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزّ وجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اگرچہ ہمارے زمانہ میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔ جاننا چاہئے۔ کہ یہاں منکر کو بیدین اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ اس نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ نقل سے۔ قرآن شریف اور حدیث شریف کا انکار کیا۔ اور ساتھ ہی دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کو کفر کا فتویٰ بھی جڑ دیا۔ لہذا یہ بے دین ہے۔ کہ مسلمانوں کو بات بات پہ کافر ومشرک کہتا ہے۔

بہشتی زیور حصہ اوّل میں .... صاف لکھا ہے۔ کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا کافر ومشرک ہے۔ اور یہاں جُھکنے سے مُراد تعظیمی جُھکنا ہے۔ رکوع وسجدہ مراد نہیں۔ کیوں کہ اس نے کسی کو سجدہ

کرنا علیحدہ لکھا ہے۔ اور کھڑے رہنے کا بھی۔ یہی مطلب ہے۔ یہ تو سب کو معلوم ہے۔ کہ جب مسلمان ایک دوسرے سے ملتے ہیں. ایک کہتا ہے۔ السلام علیکم دوسرا جواب دیتا ہے وعلیکم السلام اور کچھ سر کو بھی جھکا دیتا ہے۔ تعظیم کے لئے۔ اور عدالت میں مقدمے والے لوگ حاکم کے سامنے جب پیش ہوتے ہیں۔ تو وہاں بھی کھڑا ہی رہنا ہوتا ہے۔ پیشی میں بیٹھنے کا حکم نہیں ہوتا اسی طرح فوجی سپاہی وغیرہ حکم کی تعمیل آفیسر کے سامنے بھی کھڑا ہونا سب باتیں ہوتی ہیں۔ اور یہ اس کے نزدیک سب کے سب کافر اور مشرک ہوئے۔

اگر کوئی شخص ماں، باپ، استاد یا اور کسی بزرگ کی عزت کرے اور اسلامی محبت سے پیش آئے۔ تو وہ کافر اور مشرک ہے۔ اور اگر متکبر اور مغرور و بدخُلق بن کر اکڑا رہے۔ تو وہ مسلمان ہے۔ مگر یہ بات بھی اس کی سچ نہیں۔ کیونکہ کسی کے سامنے جُھکنا بھی اس کے نزدیک شرک ہے۔ اور کسی کے سامنے اکڑ کر کھڑا رہنا بھی اس کے نزدیک شرک ہے۔ تو اب کیا کرے لیٹ جائے۔

حدیث شریف ۲۰ بخاری۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ بنی قریظہ سعد بن معاذ کے حکم پر اُتر آئے۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ فاتیٰ علےٰ حمار فلما دنیٰ من المسجد قال للانصار قوموا الیٰ سیدکم = یعنی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لائے تو جب وہ مسجد کے قریب پہنچے۔ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا۔ اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ میرے پیارے بھائیو! اب آپ خود انصاف فرمائیں۔ کہ محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم تو بڑوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے کا حکم فرما رہے ہیں۔ اور منکر کسی کے سامنے جھکنے یا کھڑے ہونے والے کو کافر اور مشرک کہتے ہیں۔ اس نے اسی جگہ لکھا ہے: کہ علی بخش: حسین بخش۔ عبدالنبی وغیرہ نام رکھنا کفر و شرک ہے۔ تو اب بتائیے۔ کہ اس کے شرک و کفر سے کون بچ سکتا ہے۔ نہیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ مسلمان سب مسلمان ہیں۔ ان باتوں سے کوئی مشرک اور کافر نہیں ہوتا۔

حدیث ۲۱ شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بحوالۂ روایت ابو حذیفہ اسحٰق بن بشر و کتاب المستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ناقل۔ کہ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں برسرِ منبر فرمایا:—

قَدْ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکُنْتُ عَبْدَہٗ وَخَادِمَہٗ

یعنی میں حضور پر نور آقا و مولیٰ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ پس حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتی تھا۔

اس حدیث شریف سے صاف ثابت ہوا۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ یعنی عبدالنبی تھا۔ عبد کے معنی غلام: یعنی غلامِ نبی تھا۔ اور فرمایا:—

فکنت خادمہٗ وعونہٗ

میں حضور کا خادم اور سپاہی تھا۔

اور مسلمانوں کے یہاں تو ہمیشہ سے یہ نام رکھنے جائز بلکہ خوب ہیں۔ ان ناموں کے لاکھوں مسلمان ہوئے اور موجود ہیں۔

دُرِ مختار کے استاد کا نام عبد النبی ہے۔

دیکھو درِ مختار کا مقدمہ جہاں انہوں نے اپنا شجرۂ علمی بیان کیا:

آیت ۲۵ پارہ ۲۴ قرآن شریف اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًاؕ یعنی آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

بخاری میں ہے۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے۔ کہ ایک جماعت نے عرض کیا یا حبیب اللہ ہم ایمان تو لے آدیں۔ مگر ہم بڑے گنہگار ہیں۔ کیا ہمارے گناہ بھی معاف کئے جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس میں فرمایا گیا۔ کہ اے محبوب آپ فرما دیں۔ کہ اے میرے وہ بندو۔ کہ جنہوں نے قصور کئے ہیں۔ رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اسلام میں آجاؤ۔ میری غلامی قبول کر لو۔ اس سمندرِ رحمت میں غوطہ لگالو۔ تو ہر میل پاک و صاف ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں جو یا عبادی فرمایا گیا۔ مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بندے ہیں۔ عبد بمعنے غلام، اے میرے غلامو! کیوں کہ حضور علیہ السلام کے خدام تو مسلمان ہی ہیں۔ اور فرمایا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تو معلوم ہُوا کہ حضور نے فرمایا اے میرے غلامو! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ صاف معلوم ہوُا۔ کہ یا عبادی سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ (نیز اللہ عزوجل فرماتا ہے :- مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔

یعنی تمہارے غلام اور تمہاری لونڈیاں۔

اور حدیث شریف میں بھی اصحابِ کرام نے بارہا فرمایا ہے۔

فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ یعنی میں حضور علیہ السلام کا عبد و خادم ہوں۔
لہٰذا اس قسم کے نام رکھنا بالکل جائز ہیں۔ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ نیز تعظیم بھی بالکل جائز اور نہایت ہی کارِ ثواب ہے۔ ماں باپ کے ساتھ احسان و تعظیم اور سب بزرگوں کی تعظیم قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اور محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تو خاص ایمان ہے۔ حضور کی ادنیٰ بے ادبی سے مسلمان کے سب نیک اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔

آیت ۲۶ پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات اللہ تعالیٰ عز و جل ارشاد فرماتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهٖ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝
یعنی اے ایمان والے، اللہ اور رسول کے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو۔ اس نبی کی آواز سے۔ اور اِن کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۔

اس کے شانِ نزول کے بارے میں چند قول ملاحظہ ہوں۔
حضرتِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ بعض لوگ رمضان سے پہلے غبار کی وجہ سے شک والے دن روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ اس سے منع فرمایا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ کہ بعض لوگ کہا کرتے تھے۔ کاش ایسی آیت اُترتی۔ ایسے احکام آ جاتے۔ اس کی ممانعت فرمائی۔

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ کہ بعض باہر سے آنے والے لوگ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے۔ اس سے منع کر دیا۔

مجاہد و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ بعض لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن قربانی محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کر لی تھی۔ اس سے منع فرمایا۔ کہ میرے محبوب سے آگے نہ بڑھو۔

ان حضرات کے اقوال سے صاف روشن ہو گیا۔ کہ اس قسم کی ہر باتوں میں یہ حکم سب کو عام ہے۔ یعنی کسی بات میں۔ کسی کام میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے ہونا منع ہے۔ اس طرح اپنی عقل اور اپنی رائے کو حضور علیہ السلام کی رائے سے مقدم کرنا حرام ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ کوئی عبادت بدنی ہو دیا مالی۔ جس میں حضور علیہ السلام کی شان و اطاعت کا خیال نہ کرو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول نہیں۔ کیونکہ روزہ رکھنا عبادتِ بدنی ہے۔ اور قربانی کرنا عبادتِ مالی ہے۔ اور ان قربانی کرنے اور روزہ رکھنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ ایسی عبادت میرے دربار میں ہرگز قبول نہیں کہ جس میں میرے محبوب کی اطاعت کا خیال نہ ہو۔

حدیث بخاری شریف ۲۴ :۔ سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے بنی عمرو بن عوف کی طرف اُن میں باہم صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں اس موقع میں نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نماز پڑھانے لگے۔ خاص نماز کی حالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ لوگ حضور علیہ السلام کو دیکھکر تالیاں بجانے لگے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر کے دیکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی ــ ثم متاخر ابو بکر حتی استوی فی الصف وتقدم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فصلے :- یعنی

پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پیچھے ہٹ کر صف میں آ گئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور آپ نے نماز پڑھائی۔

جاننا چاہئے۔ کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے۔ مگر یہاں نماز والے کے محبوب کی تشریف آوری کا اصحابہ کرام کو خیال تھا۔ جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ تو حضور علیہ السلام کو صحابہ کرام نے دیکھ بھی لیا۔ اور تالیاں بھی بجائیں۔ اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو امام تھے پیچھے ہٹ کر صف میں مقتدی بن گئے۔ اور نماز میں کوئی نقص نہ آیا۔ بلکہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایسی قبول و مقبول تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم، بغیر ان کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اس میں حضور علیہ السلام کی تعظیم و ادب بھی بتایا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا۔ کہ حضور علیہ السلام کا نماز میں خیال و تصور ضروری ہے۔ ہر نمازی حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے سلام عرض کرتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا گیا۔ کہ اے ایمان والو اللہ اور اللہ کے رسول کے آگے نہ بڑھو۔ حالانکہ رب سے آگے ہونا غیر ممکن ہے کہ نہ وہ زمانے میں ہے نہ کسی مکان میں۔ اور آگے ہونا، یا زمانہ میں ہوتا ہے۔ یا جگہ میں۔ معلوم ہوا کہ آیت کا مقصد یہ ہے۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ ہو۔ ان کی بے ادبی در اصل رب کی بے ادبی

ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک بار ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چل رہا تھا۔ حضور علیہ السلام نے دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ اے ابو الدرداء تم اس کے آگے چلتے ہو۔ جو تم سے بلکہ ساری دنیا سے افضل ہے۔ (روح البیان) یہاں جس کو اللہ تعالےٰ نے عزت اور بڑائی عطا فرمائی ہے۔ ان کی عزت اور ادب کا مسلمانوں کو حکم ہو رہا ہے۔ اس سے روح البیان سنے ثابت کیا۔ کہ مشائخ و علماء اور مرشد کے آگے آگے چلنا، اور کلام میں ان سے آگے رہنا محرومی کا باعث ہے۔ اور دوسرا حکم ہوا۔ کہ اپنی آوازوں کو نبی علیہ السلام کی آواز پر اونچا نہ کرو۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے۔ کہ

اقراع بن حابس کو ان کی قوم کا عامل بنانے میں اصحابہ کرام کی گفتگو ہو رہی تھی۔ اور آواز کچھ بلند ہو گئی۔ روح البیان نے تفسیر خزائن العرفان میں فرمایا۔ کہ یہ آیت ثابط بن قیسط ابنِ شماس کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ اُن کو ثقل سماعت اونچا سننے کا مرض تھا۔ اس لئے ان کی آواز کچھ اُونچی ہو جایا کرتی تھی۔

کچھ بھی ہو قرآنِ پاک نے بارگاہِ مصطفٰے کا یہ ادب سکھایا۔ کہ وہاں اُونچی آواز نہ نکالو۔ پھر تو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ حال تھا۔ کہ اس قدر آہستہ کلام عرض کرتے تھے۔ کہ حضور علیہ السلام چند بار دریافت فرماتے۔ "کیا کہتے ہو؟" تیسرا حکم :-

لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ (الآیہ) :- یعنی ان کے حضور میں ایسے کلام نہ کرو۔ جس طرح ایک دوسرے سے کرتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ حضور علیہ السلام تمہارے جیسے بشر نہیں۔

جیسا منکر کہا کرتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے بشر ہیں۔ ہم جیسے کھاتے اور پیتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وہ تمہارے جیسے بشر نہیں جیساکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ کلام کرتے ہو' ایسے کلام حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ کرو۔ یہاں جو کچھ میں نے اپنے محبوب علیہ السلام کا نشان بیان فرمایا ہے۔ ان سب باتوں پر تم کو عمل کرنا ہوگا۔ اور اگر کسی بات پر بھی عمل نہ کیا۔ اور میرے محبوب کی بے ادبی کی۔ تو تمہارے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے۔ اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

اے مسلمانو! خبردار ہو جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ اور تمام نیک اعمال کرو۔ اور تمہارے دل میں یہ خیال ہو۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ میرے محبوب کی بے ادبی کروگے۔ تو تمہارے سب اعمال برباد ہو جائیں گے۔ میں بغیر نبی کے نہ کسی کی نیکی قبول کرتا ہوں۔ اور نہ کسی کا اسلام قبول کرتا ہوں۔ اور نہ کسی کا ایمان قبول کرتا ہوں۔ اگر میرے دربار میں مقبول ہونا ہے۔ تو میرے محبوب علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ اور اس کی ہر بتائی ہوئی بات پر عمل کرو۔ ان کا بتایا ہوا اسلام اور ان کا بتایا ہوا ایمان اور ان کی ہر بات میرے دربار میں مقبول ہے۔ انہیں کے دستِ مبارک سے دیتا ہوں۔ اور انہیں کے دستِ مبارک سے لیتا ہوں۔ نیز فرمایا اللہ تعالےٰ نے لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ : یعنی اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ نیز فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل نے۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۔ یعنی اور جو اللہ کے نشانیوں کی تعظیم کریں۔ تو یہ دلی

پرہیزگاری ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کی تعظیم کا منکر قرآن شریف کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ سے تمام مسلمانوں کو پناہ دے۔

آیت ۲۷ پارہ ۲۲ سورۃ السباء۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی اور کہا ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے ہیں۔ نہ آئے گی ہمارے پاس قیامت آپ فرما دیجئے۔ کہ یوں نہیں۔ قسم ہے رب میرے کی البتہ آوے گی تمہارے پاس۔ جاننے والا پوشیدہ کا نہیں۔ پوشیدہ اس سے برابر ایک برابر ذرہ کے بیچ آسمانوں کے۔ اور نہ بیچ زمینوں کے۔ اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا اس سے مگر بیچ کتاب۔ بیان کرنے والی کے ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ کافر اور منافق حضور علیہ السلام کی ہر بات پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ جن کا قرآن شریف میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے قیامت اور قیامت کے حالات موت کے بعد زندہ ہونا۔ جزا و سزا۔ جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان فرمایا۔ اور ان کافروں نے حضور کے بیان کا انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں پھر ہم زندہ نہیں ہو سکتے۔ جب ہڈیاں گل جائیں۔ اور ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ تو پھر وہ دوبارہ کس طرح زندہ کئے جائیں گے۔

حدیث ۲۳ حاکم = عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ عاصم بن وایل کافر ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی حضور علیہ السلام کے پاس لایا۔ اور اس ہڈی کی راکھ کو مل مل کر ہوا میں اڑاتا تھا۔ اور کہتا جاتا تھا۔ کیا یہی راکھ پھر دوبارہ زندہ ہوگی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

کہ اے میرے محبوب ان کافروں سے فرمادیجئے۔ جو قیامت کے منکر ہیں کہ قیامت ضرور آئیگی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کی کسی بات کا بھی انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے ہم اس بات کو نہیں مانتے تو اُن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے کفر کا حکم فرمایا۔ کہ جو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ اور فرمایا کہ اے میرے محبوب ان کافروں سے فرمادیجئے جو کہتے ہیں۔ کہ آپ تو ایک بشر ہیں۔ آپکو قیامت وغیرہ کا کیا علم ہے۔ ان سے فرمادیجئے۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّوجل عالم الغیب ہے۔ اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ برابر ایک ذرہ کے اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا۔ نہ بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمینوں کے۔ ہر ذرہ ذرّہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قیامت اور قیامت میں جو لوگوں کے ساتھ ہونے والا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کے ہر ذرہ ذرہ کا علم آپ کو اس قرآن شریف میں عطا فرمایا۔ کتاب المبین کا مطلب ہے لوح محفوظ اور لوح محفوظ کا علم قرآن مجید میں عطا فرمایا۔ اس سے روشن ہوا۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ نہ آسمانی اور نہ زمینوں میں۔ کہ جو ہم سے غیب ہیں۔ ان سب کا علم اور ہر ذرہ ذرّہ کا علم اللہ تعالیٰ عزّوجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جن لوگوں نے حضور علیہ السلام کی کسی بات کا بھی انکار کیا۔ تو وہ کافر ہو گئے۔ اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ اور جن لوگوں نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے ہوئے باتوں کو مان لیا، تسلیم کیا اور کہا آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ یہ حق ہے۔ تو وہ لوگ علم والے مسلمان ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ کے پیارے بن گئے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ عزّوجل نے :—

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ؕ

یعنی جانتے ہیں وہ لوگ کہ دیئے گئے ہیں علم وہ جو اتارہ گیا ہے طرف تیرے پرور دگار تیرے سے، وہ حق ہے۔ اور اُنزِل سے مراد ہے جو کچھ آپ پر نازل فرمایا وہ سب حق ہے۔

تو مطلب یہ ہوا۔ کہ جو وحی آپ پر کی گئی۔ بذریعہ جبرئیل علیہ السلام اس کا ماننا اور بلاواسطہ وحی۔ جیسے معراج شریف میں۔ سورۃ بقر کی آخری آئتیں حضور علیہ السلام کو معراج شریف میں عطا فرمائی گئیں۔ مشکوٰۃ شریف باب المعراج اور حضور علیہ السلام نے جو کچھ خواب میں دیکھ کر بیان فرمائیں۔ اس کا ماننا اور جو کچھ آپ کے قلب مبارک پر الہام ہوا اس کا ماننا غرضیکہ جو لب پاک مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا۔ ان سب کا ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان اللہ تعالیٰ عزّ وجل کا بیان ہے، محبوب علیہ السلام کا فرمان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ محبوب کا کلام اللہ کا کلام ہے۔ محبوب علیہ السلام کی ہر بات وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ۝ یعنی ہمارے محبوب علیہ السلام اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔ بلکہ وہ سب وحی ہوتی ہے۔ جو ان کے طرف کی جاتی ہے۔ لہذا جو شخص ان میں سے کسی بات منکر ہو تو وہ کافر ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ محبوب علیہ السلام جو بھی بیان فرماتے ہیں۔ وہ سب حق ہے۔ مگر کافر انکار کرتے اور کہتے تھے۔

اِفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ یعنی معلوم نہیں کہ اس شخص (یعنی محبوب علیہ السلام) نے خدا پر قصداً جھوٹ بہتان باندھا ہے۔ یا اسکو کسی طرح کا جنون ہے۔

اس سے خوب روشن ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو وہ کافر بھی مانتے تھے۔ مگر محبوب علیہ السلام کے

منکر تھے۔ جو بات حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے تھے کافر انکار کرتے تھے۔ اس لئے وہ کافر ہو گئے۔ کہ حضور علیہ السلام کے علم کے منکر تھے۔ علم ظاہری ہو یا علمِ غیب کسی کا بھی انکار کفر ہے۔ لہٰذا اس بیان سے ثابت ہُوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ذرّہ ذرّہ اور ہر قطرہ قطرہ کا علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ اور قرآنِ پاک میں سب علم موجود ہے۔ قرآنِ کریم کا نزول متعدد طریقہ سے اور متعدد بار ہُوا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اَنْزَلْنَا فرمایا ہے۔ اِس کا معنیٰ ہے یکبارگی اُتار دیا۔ اور جہاں نزلنا فرمایا ہے۔ اس کا معنے ہے آہستہ آہستہ ہم نے اُتارا۔ چونکہ قرآن شریف کا نزول چند بار اور متعدد طریقہ سے ہُوا ہے۔ اس لئے ان آیتوں میں الگ الگ نزول کا بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ یعنی مہینہ ماہ رمضان کا وہ برکت والا ہے۔ کہ جس میں ہم نے قرآن شریف کو اتارا۔ نیز فرمایا:— اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۚ یعنی ہم نے اِس قرآن شریف کو برکت والی رات اتارا۔

جمہور مفسرین کا قول ہے۔ کہ برکت والی رات سے شبِ قدر مراد ہے۔ جو ۲۳ یا ۲۷ رمضان ہے۔ اس رات کو سارا قرآن شریف لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتارا گیا۔ پھر وہاں سے حسبِ ضرورت ۲۳ برس کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا۔

حدیث ۲۴ (بخاری شریف) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جبرائیل علیہ السلام رمضان شریف کی ہر رات میں ملتے تھے۔ اور آپ سے سارے قرآن شریف کا دَور کیا کرتے تھے۔

وَكَانَ يَلْقَاهُ فِیْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ

یعنی ہر رات میں جبرئیل علیہ السلام محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تھے۔ اور آپ سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

حدیث ۲۵ بخاری شریف = حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اَسَرَّ اِلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُنِیْ بِالْقُرْاٰنِ کُلَّ سَنَۃٍ وَاِنَّہٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ وَلَا اَرَاہُ اِلَّا حَضَرَ اَجَلِیْ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آہستہ سے فرمایا۔ کہ ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام ایک دفعہ مجھ سے سارے قرآنِ مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ اور اب کے سال میں دو دفعہ کیا۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ اس لئے ہوا ہے۔ کہ میری وفات عنقریب ہونے والی ہے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ جب عمر شریف حضور کی چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا تاج ظاہر عطا فرمایا۔ چالیس سال کے بعد سب سے پہلی وحی =

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ یعنی۔ پڑھ ساتھ نام پروردگار اپنے کے جس نے پیدا کیا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے = پڑھ اور پروردگار تیرا بہت کرم کرنے والا ہے۔ جس نے سکھایا ساتھ قلم کے۔ سکھایا آدمی کو جو کچھ کہ وہ نہیں جانتا تھا۔

پھر اس کے بعد حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا قرآن شریف بذریعہ جبرئیل علیہ السلام محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر آتا رہا۔ نبوت سے ۲۳ - سال کے عرصہ میں اور پیدائش سے ۶۳ سال کی عمر میں قرآن شریف ختم ہوا۔ اور سب سے آخری وحی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۱۱ روز و بروایت ۱۷ روز پہلے نازل ہوئی۔ سب سے آخری وحی

آیت ۲۸ پارہ ۳ سورۃ بقرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ یعنی ڈرو اُس دن سے کہ پھر آئیں گے بیچ اس کے طرف اللہ تعالےٰ کے۔ پھر پورا ملے گا ہر ایک جان کو وہ چیز جو کمایا اس نے۔ اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے۔

اور قرآن مجید کا سارا علم محبوب علیہ السلام کی روح پاک کو پہلے ہی سے عطا ہوا ہے جب محبوب علیہ السلام کی روحِ پاک پیدا ہوئی۔ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

فرقہ وہابیہ کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور کو علمِ غیب ہوتا۔ تو بواسطۂ جبرائیل علیہ السلام حضور پر قرآن کیوں نازل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو جو بات بتانی ہوتی تو بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کوئی علم غیب نہیں جانتے۔ اور جو وحی بذریعۂ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے۔ یہ تو کوئی غیب نہیں۔ بلکہ ظاہر ہے۔ کیونکہ پہلے تو جبرئیل علیہ السلام کو علم ہو جاتا تھا۔ بعدمیں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے تھے۔ اور وہ یہ قرآن شریف ہے۔ جو ہم پڑھ رہے ہیں۔ اور ہمارے مولوی عالموں کو بھی اس کا علم ہو گیا ہے۔ تو ایسے علمِ غیب میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔

دیوبندی وہابیوں نے صاف لکھدیا ہے۔ کہ آپ کی ذاتِ مقدس پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ اس غیب سے بعض غیب ہے، یا کُل غیب ہے۔ اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں۔ تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علمِ غیب تو زید بکر عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

اب ناظرینِ کرام خود انصاف فرمائیں۔ حدیثِ بخاری وغیرہ سے ثابت ہوا

کہ ہر ماہِ رمضان میں جبرائیل علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سارے قرآن شریف کا دورہ کیا کرتے تھے۔ نبوت کے بعد ۲۳ سال کے عرصہ میں ہر سال رمضان شریف میں مکمل قرآن شریف کا دَور کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بذریعۂ جبرائیل علیہ السلام نزول قرآن شریف کا جاری تھا۔ ہر سال میں حسبِ ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل ہؤا کرتا تھا۔ اور آخری وحی حضور علیہ السلام کی وفات سے ۱۱ بروایت ۱۷ روز پہلے نازل ہوئی۔ تو اب یہ جو پورے قرآن شریف کا حضور علیہ السلام ہر ماہ رمضان میں دَور کیا کرتے تھے۔ تو یہ کیا تھا۔ اور اس کا علم حضور علیہ السلام کو کیسے ہؤا اور کہاں سے مل گیا۔ اُس وقت پورا ۳۰ پارے قرآن شریف بذریعہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل نہ ہؤا تھا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر ماہ رمضان میں پورے ۳۰ پارے کا ختم کیا کرتے تھے۔ اور آیت انزل سے بھی معلوم ہؤا۔ کہ سارا قرآن شریف یکبارگی لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر نازل ہؤا۔ اور اس قرآن شریف میں جو علم ہے۔ اس تک کسی شخص کے عقل وحواس کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس کی حقیقت کو نازل فرمانے والا رب العالمین جانتا ہے۔ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ جس پر نازل ہؤا اس کی تو پوری حقیقت کو جبرائیل علیہ السلام نے بھی نہ سمجھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن لانے والا تھا۔ اس کا بیان بھی آگے آرہا ہے۔ عمًا۔ شما۔ زید۔ بقر وغیرہ کس باغ کی مولی ہیں۔ جو قرآن شریف کے علم ہر حرف کے سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ روایات سے ثابت ہے۔ کہ جب کٓھٰیٰعٓصٓ نازل ہوئی۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی کہ کاف تو حضور نے فرمایا میں نے جان لیا۔ پھر عرض کیا ھا۔ فرمایا میں سمجھ گیا۔ پھر عرض کیا یا۔ فرمایا میں نے جان لیا۔ پھر عرض کیا عٓین۔ فرمایا میں سمجھ گیا۔ پھر عرض کیا صاد تو فرمایا

میں نے جان لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جان لیا۔ مجھے تو کچھ خبر نہیں ہوئی۔ تفسیر روح البیان شریف ع۱۴ نے فرمایا۔ کہ یہ الٓمٓ، ان کلاموں سے ہے جن کے معنے کی خبر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی نہیں ہوتی تھی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ سارے قرآن شریف کے معنے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا اور محبوب کو یہ علم اور اس کے علاوہ وہ علم جس تک کسی عقل و حواس کی رسائی نہیں عطا ہوئے ہیں۔

حدیث ع۳۶ بخاری شریف۔ حضرتِ عمر ابنِ خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہشام بن حکیم کو دیکھا۔ کہ نماز میں سورۃ فرقان اور طریقوں سے پڑھ رہے تھے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نہیں پڑھائے تھے۔

مجھے غصہ آیا۔ اور میں نے چاہا۔ کہ نماز میں ہی لڑ پڑوں۔ مگر میں نے تحمل کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال کر پوچھا۔ کہ یہ طریقہ پڑھنے کا تم کو کس نے سکھایا ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔

میں نے کہا تم خلاف بولتے ہو۔ مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے طریقے سے سکھایا ہے۔ پھر میں اُسے کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ سورۃ فرقان کو کسی اور طریقہ سے پڑھتے ہیں۔ جو آپ نے ہمیں نہیں بتایا۔ آپ نے فرمایا ہشام کو چھوڑ دو۔ اور ہشام سے فرمایا۔ اقرأ یا ھشام فقرأ علیہ القراءۃ التی سمعتہ یقرأ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کذالک انزلت ثم قال اقرأ یا عمر فقرأت القراءۃ التی اقرأنی ان ھذا القراٰن انزل علی سبعۃ احرف

فَاقْرَاءَ مَا تَيَسَّرَ مِنْہ = یعنی ہشام اچھا پڑھو تو سہی۔ پس انہوں نے ویسا ہی پڑھا
جیسا میں نے ان سے سُنا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ سورۃ اسی طرح نازل ہوئی ہے
پھر فرمایا۔ اے عمر تم پڑھو تو میں نے اُس طریقہ سے پڑھا۔ جو آپ نے تعلیم
دیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سورۃ اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ بے شک قرآن مجید
سات طور پر اُترا ہے۔ جو بھی طریقہ جس پر آسان ہو۔ وہ ویسا ہی پڑھے۔
اس سے پہلے ذکر ہوا۔ کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی خدمت
میں عرض کیا۔ کہ ان حرفوں کا مطلب تو میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔ حضور علیہ السلام
نے فرمایا۔ کہ میں نے ہر حرف کو جان لیا۔ اور ان کا مطلب میں نے سمجھ لیا۔ اور
یہاں ذکر ہے۔ کہ ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصحابی اور جناب حضرت عمر فاروق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ فرقان کی قرأت کے متعلق جھگڑ رہے ہیں۔ ایک فرماتے
ہیں۔ کہ مجھے حضور علیہ السلام نے اس طرح تعلیم فرمائی ہے۔ اور دوسرے فرماتے
ہیں۔ کہ یوں نہیں۔ بلکہ مجھے تو حضور علیہ السلام نے یوں تعلیم فرمائی۔ پھر یہ
مقدمہ حضور علیہ السلام کے جناب میں پیش ہوا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ
آپ دونوں صحیح پڑھتے ہو۔ قرآن شریف سات طور پر اُترا ہے۔ جو بھی
طریقہ جس پر آسان ہو وہ ویسا ہی پڑھے۔ تو اب قرآن شریف کے ہر حرف
کا علم بغیر اللہ تعالیٰ کے اور اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور کون جان سکتا ہے
جاننا چاہیئے۔ کہ قرآن شریف بذریعہ جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام پر حسب
ضرورت تھوڑا تھوڑا جس قدر بھی نازل ہوا ہے۔ وہ ایک ہی دفعہ نازل ہوا ہے۔
کوئی سورۃ یا آیت بار بار پانچ سات دفعہ نازل نہیں ہوئی۔ بغیر سورۃ فاتحہ کے =
یعنی سورۃ الحمد شریف دو بار حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس کے نزول
میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے۔ کہ یہ سورۃ ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ

ہیں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دو بار نازل ہوئی اسلئے اس کو سبع مثانی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سات آیتیں ہیں۔ اور دو دفعہ اُتری ہیں۔

حدیث ۲۷ ابو سعید بن معلٰے سے مروی ہے۔ قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، فلما اجبہ فقلت یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِنّی کُنتُ اُصلّے قال اَلَمْ یقل اللہ ستجبوا اللہ وللرسول اذا دعاکم ثُمَّ قَالَ لِی لَاُعَلِّمَنَّکَ سورۃً ھِیَ اعظم السور فی القرآن قبل اَنْ تخرج مِنَ الْمَسْجِدِ ثم اخذ بیدی فلما اراد ان یخرج قلت الم تقل لا علمنک سورۃ۔ یعنی میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ محبوب علیہ السلام نے بلایا۔ میں نماز پڑھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ میں نماز میں تھا۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ آپ نے فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ اللہ کا رسول تمہیں جس وقت بلائے فوراً آجاؤ۔ پھر فرمایا۔ کہ میں مسجد سے باہر جانے کے پیشتر تمہیں ایک برگزیدہ سورۃ قرآن کی بتاؤں گا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ جب باہر جانے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا۔ کہ وہ برگزیدہ سورۃ قرآن کی بتایئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ وہ سورۃ الحمد ہے۔ اور یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔ جس کا علم مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

اس حدیث شریف کے بیان میں الحمد للہ شریف کی بزرگی بھی بیان ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو۔ اور حضور علیہ السلام بلائیں۔ تو فوراً حاضر ہو جائے۔ کیونکہ جس کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ وہ بلائے یا اس کا محبوب بلائے فوراً حاضر ہو جانا چاہیے۔ مگر اللہ تعالیٰ کسی کو آواز دے کر بلانے سے پاک ہے،

یہاں اللہ تعالیٰ کے بلانے سے بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بُلانا مراد ہے۔ کیونکہ محبوب کا بُلانا اللہ تعالیٰ کا بُلانا ہے۔ تو جس وقت بھی تمہیں محبوب علیہ السلام بلائے حاضر ہو جایا کرو۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور سب نیک اعمال اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کی رضامندی کے واسطے کئے جاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں۔ تو جس وقت تم کو رضامندی والے مالک و مولیٰ خود بلا لیں۔ تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ حکم کی تعمیل کرو۔ نماز کو چھوڑ دو یا اور کوئی نیک کام کر رہے ہو۔ اور حضور فرمائیں۔ کہ آجاؤ۔ اُس نیک کام کو بھی چھوڑ کر فوراً حاضرِ خدمت ہو جاؤ۔ اور اگر کوئی جان بوجھ کر حاضرِ خدمت نہ ہوگا۔ تو اُس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی نیکیوں کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے محبوب کے حکم کی فرمانبرداری اور اُس سے محبت کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے۔ کہ رب تعالیٰ نے آسمان سے ایک سو چار کتابیں اور صحیفے اُتارے۔ مگر سو کتابوں کے علوم چار میں رکھے۔ یعنی توریت۔ انجیل۔ زبور اور قرآن شریف میں رکھے۔ پھر قرآنِ پاک کے علوم مفصل سورۃ حجرات سے والناس تک میں رکھے گئے۔ لہٰذا جس نے سورۃ فاتحہ سیکھ لی۔ اس نے گویا آسمانی کتابیں ساری سیکھ لیں۔ اور جس نے سورۃ فاتحہ پڑھ لی اس نے تمام آسمانی کتابیں پڑھ لیں۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ تمام آسمانی کتابوں کا علم قرآنِ پاک میں ہے۔ اور قرآنِ پاک کا سارا علم سورۃ الحمد شریف میں ہے۔ اور اس سے پہلے حدیث بخاری شریف کا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حضور نے فرمایا:

ھِیَ سبع مثانی والقرآن العظیم الذی اوتیتہ = یعنی یہ سات آئتیں ہیں جو دُہرائی جاتی ہیں۔ اور یہ قرآنِ عظیم ہے۔

جو مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

تو مطلب یہ ہوا۔ کہ سورۃ الحمد شریف کے علم کو کون سمجھ سکتا ہے۔ جیسا حق ہے اس کا۔ بغیر محبوب علیہ السلام کے، یہ سورۃ بھی حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ اور اس کا علم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور قرآن شریف کے ہر حرف کا علم جیسا حق ہے۔ اُس کا علم محبوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملا ہے۔ بغیر حضور علیہ السلام کے اس کی پوری حقیقت اور حرف حرف کا علم اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ آیت قرآنیہ تین طرح کی ہیں۔ بعض وہ کہ جن کا مطلب عقل و فہم سے وراء ہے۔ جس تک دماغوں کی رسائی نہیں۔ انہیں متشابہات کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کے معنے ہی سمجھ میں نہیں آتے۔ جیسے الٓمٓ۔ حٰمٓ وغیرہ۔ انہیں مقطعات کہا جاتا ہے۔ بعض وہ ہیں جن کے معنی تو سمجھ میں آتے ہیں۔ لیکن ان کا مطلب معلوم نہیں ہوتا۔ کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ جیسا کہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ = یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ = ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ = یعنی تم جدھر منہ کرو۔ اُدھر اللہ وجھہ یعنی منہ ہے اللہ کا۔ ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ یعنی پھر رب نے عرش پر استویٰ فرمایا: وجہہ کے معنی چہرا۔ ید کے معنی ہاتھ: استویٰ کے معنی برابر ہونا۔ مگر یہ چیزیں رب کی شان کے لائق نہیں۔ لہذا متشابہات میں سے ہیں۔ اس قسم کی آیتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مطلب بیان کرنا درست نہیں۔ اور دوسری قسم کی آیات صفات کہتے ہیں۔ تیسری قسم کی آیت قرآنی اصطلاح میں محکمات کہتے ہیں۔ ان سب کا علم اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔ مقطعات کا علم جبرائیل علیہ السلام نے بھی نہ سمجھا۔ جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کٓھٰیٰعٓصٓ = جبرئیل علیہ السلام نے حضور کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور ان حروف کے مطلب کو تو میں کچھ نہ

سمجھا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں۔

لہٰذا اس قسم کے حرفوں کے ایک ایک حرف میں کتنے کروڑہا کروڑ ہا علوم غیوب چھپے پڑے ہیں۔ منکر مانیں یا نہ مانیں۔ یہ سب علوم غیوب اللہ تعالیٰ عزّوجل نے اپنے محبوب کو قرآن شریف میں عطا فرمائے ہیں۔ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ آیت شریف :- لَا یَعْزُبُ عَنْہُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرُ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ یعنی نہیں پوشیدہ اس سے برابر ایک ذرہ کے بیچ آسمانوں کے اور نہ بیچ زمینوں کے نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا۔ مگر بیچ کتاب بیان کرنے والی کے ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ عزّوجل نے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ یعنی اور نہ کوئی تر اور نہ خشک مگر بیچ روشن کتاب کے ہے۔

تفسیر خازن یہی آیت :- وَالثَّانِیْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْکِتَابِ مُّبِیْنٍ۔ ھُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ لِاَنَّ اللہَ کَتَبَ فِیْہِ عِلْمَ مَا یَکُوْنُ وَمَا قَدْ کَانَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَفَائِدَۃُ اِحْصَاءِ الْاَشْیَاءِ کُلِّھَا فِیْ ھٰذَا الْکِتٰبِ لِتَقِفَ الْمَلٰئِکَۃُ عَلٰی اِنْفَاذِ عِلْمِہٖ۔ یعنی دوسری توجیہہ یہ ہے۔ کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ ہوگا۔ اور جو آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش سے پہلے ہو چکا۔ سب کا علم لکھدیا۔ اور ان تمام چیزوں کے لکھنے سے اس کتاب میں فائدہ یہ ہے۔ کہ فرشتے اس کے جاری کرنے پر واقف ہو جائیں۔

یہی آیت روح البیان نے فرمایا :- ھُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ فَقَدْ ضَبَطَ اللہُ

فیہ جمیع المقدورات الکونیۃ بفوائد ترجع الی العباد
یعرفہا العلماء باللّٰہ = یعنی وہ لوح محفوظ ہے۔ کہ اللہ
نے اس میں ساری ہو سکنے والی چیزیں جمع فرمائیں۔ ان فائدوں کی
وجہوں جو بندوں کی طرف لوٹتے ہیں۔ ان کو علماء ربانی جانتے ہیں۔
جس سے معلوم ہوا۔ کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر اور ادنیٰ و اعلےٰ ہر چیز
موجود ہے۔ اور لوح محفوظ کو فرشتے اور اللہ کے خاص بندے جانتے ہیں۔
اور علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب فرشتے اور اللہ کے خاص بندوں
کے علم کو محیط ہے۔ لہٰذا یہ تمام علوم علم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قطرے
ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے فرمایا۔ وتفصیل الکتاب لاریب فیہ
یعنی (اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے۔ قرآن سب کی تفصیل ہے
اس میں کوئی شک نہیں۔)
روح البیان نے اسی آیت کی تفسیر فرمائی۔ یعنی یہ قرآن اُن شرعی اور
حقیقت کی چیزوں کی تفصیل ہے۔ جو ثابت کی جا چکی ہے۔ اور اس کتاب
میں لکھی جا چکی ہے۔ جس میں ردو بدل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ کتاب ازلی ابدی
ہے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے :-
مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِى بَيْنَ
يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَىْءٍ یعنی یہ کوئی بناوٹ کی
بات نہیں۔ کہ اپنے سے اگلی کلاموں کی تصدیق ہے۔ اور ہر چیز کا
مفصل بیان ہے۔
تفسیر خازن یہی آیت فی ھٰذا القرآن المنزل علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تفصیل کل شئ تحتاج الیہ من الحلال والحرام والحدود و

الاحکام والقصص والاموَاعظ والامثال وغیر ذٰلک
مِمَّا یحتاج اِلَیۡہِ العِبَادِ فِیۡ اَمۡرِ دِیۡنِہِم وَدُنۡیَاھُمۡ = یعنی
اس قرآن میں جو آپ پر اتارا گیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر اُس چیز کی تفصیل ہے۔ جس کی آپکو ضرورت ہو۔ حلال اور حرام
سزائیں اور احکام اور قصّے اور نصیحتیں اور مثالیں ان کے علاوہ اور
وہ چیزیں جن کی بندوں کو اپنے دینی ودنیوی معاملات میں ضرورت
پڑتی ہے۔

اٰیَتْ :- اَلرَّحۡمٰنُ ۝ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝
عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ۝ یعنی رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن
سکھایا۔ انسانیت کی جان محبوب کو پیدا فرمایا۔ مَاکَانَ وَمَا یَکُوۡنُ
کا سارا بیان سکھایا۔

لہٰذا اگر نورِ ایمان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو اسی آیت میں تمام علوم غیوب آ
گئے ہیں۔ روح البیان یہی آیت :-
وَعَلَّمَ نبیّنا علیہ السلام ۝ القراٰن واسرار الالوھیۃ کَمَا
قَالَ وعلّمک مالم تکن تعلم = یعنی ہمارے
نبی علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے قرآن اور اپنی ربوبیت کے بھید
سکھائے۔ جیسا کہ خود رب تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ آپکو سکھا دیں
وہ باتیں جو آپ نہ جانتے تھے۔

معالم التنزیل یہی آیت :- وَقیل الانسان ھٰھُنا مُحَمّدٌ صلی اللہ
علیہ وسلم وبیانہٗ عِلمک مالَمۡ تکن تعلَمُ = یعنی
کہا گیا ہے۔ کہ اس آیت میں انسان سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ اور

بیان سے مراد آپ کو تمام وہ باتیں سکھائیں جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

آیت ۲۹ پارہ ۲۹ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ؕ یعنی تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔ تفسیر روح البیان ؎

بمستور عما کان فی الازل وما سیکون الی الابد لان الجن ھو الستر بل انت عالم بما کان وخبیر بما سیکون ؕ یعنی آپ سے وہ باتیں چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ جو ازل میں تھیں۔ اور وہ جو ابد تک ہونگے۔ کیونکہ جن کے معنی ہیں چھپنا۔ بلکہ آپ اُس کو جانتے ہیں۔ جو ہو چکا ہے۔ اور خبردار ہیں اُس سے جو ہوگا۔

لہٰذا اس بیان سے ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ جو کچھ ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ ہوگا۔ تمام مخلوقات کے ہر حال کا سارا علمِ غیب عطا فرمایا ہے۔ عالم میں ایسی کوئی چیز نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپی ہوئی ہو۔

تفسیر نیشاپوری زیر آیت کریمہ = وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا

اور فرمایا:— لان روح صلی اللہ علیہ وسلم شاھد علی جمیع الارواح والقلوب والنفوس لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ روحی ؕ یعنی یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ ہم تمہیں ان سب کے اوپر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح انور تمام جہان میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے۔ کوئی روح، کوئی نفس، کوئی دل ان کی نظر کریم سے چھپی نہیں۔ جب تو سب پر گواہ بن کر لائے جائیں گے۔ کہ شاہد کو مشاہدہ

ضروری ہے۔ اسلئے حضور علیہ السلام نے فرمایا:— سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میرے روحِ کریم کو پیدا فرمایا۔ تو عالم میں جو کچھ ہُوا سب حضور کے سامنے ہی ہوا۔ تو اب منکروں سے پوچھیں کہ حاضر و ناظر کس شئے کا نام ہے۔

ابن النجار ابو معلم مسلم بن اوس و جاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی ہے کہ امیرالمؤمنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا:—

سلونی قبل ان تفقدونی فانی لااسأل عن شیئ دون العرش الا اخبرت عنہ یعنی مجھ سے سوال کرو۔ قبل اس سے کہ مجھے نہ پاؤ یعنی میری وفات سے پہلے۔ کہ عرش کے نیچے جس کسی کو مجھ سے پوچھا جائے۔ میں بتاؤں گا عرش سے نیچے کرسی، ہفت آسمان، ہفت زمین اور آسمانوں، زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے۔ تحت الثریٰ تک سب داخل ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں۔ کہ اس سب کو میرا علم محیط ہے۔ ان میں جو چیز مجھ سے پوچھیں میں بتاؤں گا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حدیث ۲۸ بخاری شریف:— حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

انّ اللہ تبارک و تعالیٰ قال من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب اِلیّ عبدی بشیئٍ احب اِلیّ مما افترضتہٗ علیہ وما یزال عبدی یتقرب اِلیّ بالنوافل حتی اُحبہٗ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہٗ الذی یبصر بہ ویدہٗ التی یبطش بھا ورجلہٗ التی یمشی بھا ولئن سألنی لاعطینہٗ:— یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس نے میرے دوست سے عداوت کی میں اس کو اپنی لڑائی سے خبردار کرتا ہوں۔

اور میرے بندے نے میری طرف کسی چیز سے تقرب حاصل نہیں کیا۔ جو مجھ کو ان چیزوں سے زیادہ پیاری ہوں، جو میں نے اس پر فرض کی ہیں۔ اور میرا بندہ نوافل کی ہمیشگی سے تقرب حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں۔ تو میں اُس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں۔ جس سے وہ کام کرتا ہے۔ اور وہ پیر جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے۔ تو میں اس کو دیتا ہوں۔"

اس سے صاف روشن ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے عداوت کرنے والے اور عیب لگانے والے اور اُن کے علمِ غیب وغیرہ صفات سے انکار کرنے والے یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے لڑنے کو تیار ہو جائیں۔

لہٰذا منکروں کو چاہیئے۔ کہ تائب ہو جائیں۔ اور حق قبول کریں۔ اب وقت ہے۔ قیامت میں پھر کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہ قوت عطا فرمائی ہے۔ جس تک ہمارے دماغوں کی رسائی نہیں۔ ان کے کان اللہ تعالیٰ کے کان اُن کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی آنکھ۔ ان کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ، ان کے پیر اللہ تعالیٰ کے پیر۔ اور اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کان، آنکھ، ہاتھ اور پیر وغیرہ سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ اجسام ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اجسام سے پاک ہے۔ تو مطلب یہ ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کو طاقت ربّی عطا ہوتی ہے۔ کہ جس سے وہ سنتے، دیکھتے، چلتے پھرتے اور ہر کام کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔ ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنی رضامندی عطا فرماویں۔

امام راضی تفسیر کبیر میں رد منزلہ کے لئے کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم میں فرماتے ہیں۔ یعنی اہل سنت کی دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ بلاشبہ افعال کی متولی تو روح ہے۔ نہ کہ بدن۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جسے احوالِ عالمِ غیب کا علم زیادہ ہے۔ اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ لہٰذا مولے علی نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا۔ بلکہ روحانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ اطاعت میں لگا رہتا ہے۔ تو اس مقام تک پہنچتا ہے۔ جس کی نسبت رب عزوجل نے فرمایا ہے۔ کہ وہاں میں خود اس کا کان۔ آنکھ ہو جاتا ہوں۔ تو جب جلالِ الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک، دُور سب سُنتا ہے۔ تو جب وہ نور اُس کی آنکھ ہو جاتا ہے۔ بندہ نزدیک، دُور سب دیکھتا ہے۔ اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے۔ تو بندہ دشوار و نزدیک و دور میں تصرفات کرتا ہے۔

حدیث ۲۹ (بخاری شریف) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

انا نائمٌ اُوتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

یعنی۔ ایک دن اس حال میں۔ کہ میں سو رہا تھا۔ میرے پاس تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں ۞

اس حدیث سے ثابت ہوا۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام دنیا کے خزانوں کے کنجیاں عطا فرما دئے ہیں۔ خزانے ظاہری ہوں یا غیب، تمام خزانے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دئے ہیں۔

لہذا جس کو بھی جو نعمت ملتی ہے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانوں سے ملتی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خزانوں کے مختار ہیں۔ حضور کی مرضی۔ جسے جس قدر عطا فرمائیں اور جسے منع فرمائیں۔ ان خزانوں میں علم ظاہری اور علم غیب وغیرہ سب شامل ہیں۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس علم غیب کے خزانے بھرے پڑے ہیں۔ جسے جس قدر چاہیں عطا فرمائیں۔

لہذا منکروں کو کیا چیز منع کر رہی ہے۔ کہ حق قبول نہیں کرتے۔ اور خاص حضور علیہ السلام کے علم غیب سے انکاری ہیں۔

حدیث نمبر ۳۰ :- محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اُوتیتُ مَفَاتِحَ کُلِّ شَیءٍ اِلَّا الخمس ۔ یعنی مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں، سوائے ان پانچ کے۔ یعنی غیوب خمسہ۔

مفسرین فرماتے ہیں :- ثُمَّ عَالِمُ بِهَا بَعدَ ذٰلِكَ

یعنی پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں۔

لہذا غیوب خمسہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو پہلے ہی سے عطا فرمائے ہیں۔ جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ سب مخلوقات سے پہلے۔ اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کے نور کو اپنے ذاتی نور سے پیدا فرمایا۔ تو سب مخلوقات حضور علیہ السلام کے سامنے پیدا ہوئی۔ اس دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جو حضور سے غیب ہو۔ تمام غیبوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے۔ اور یہاں غیوب خمسہ سے مراد یہ ہے۔ کہ پہلے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو غیوب خمسہ لوگوں کو بتلانے سے منع فرمایا تھا۔ بعد میں ان پانچ غیوبوں کی بھی لوگوں کو بتانے کی اجازت فرما دی۔ کہ

ان میں سے جو غیب حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ کہ جسے چاہیں منع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ عزّوجل نے اپنے محبوب کو کُلی اختیار عطا فرمادیا ہے۔ امام احمد قسطلانی شرح صحیح بخاری، پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ حدیث: خمس لا یعلمھن الا اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فمن ادعی علم شیئ منہا غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبًا فی دعوٰہ = یعنی تو جو کوئی قیامت وغیرہ خمس میں سے کسی شئے کے علم کا دعویٰ کرے۔ اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہ کرے۔ کہ حضور کے بتلائے سے مجھے یہ علم آیا۔ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

صاف معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں۔ اور ان میں سے جو چاہیں اپنے جس غلام کو چاہیں بتا سکتے ہیں۔ تو جو حضور کی تعلیم سے ان کے علم کا دعویٰ کرے۔ اُس کی تکذیب نہ ہو گی۔ روض النظیر میں امام کبیر جلال الملۃ والدین سیوطی سے اس حدیث کے متعلق ہے۔ یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا۔ کہ ان پانچ غیبوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے معنی ہیں۔ کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ مگر خدا کے بتائے سے کبھی اوروں کو بھی ان کا علم ملتا ہے۔

بے شک ایسے موجود ہیں۔ جو ان غیبوں کو جانتے ہیں۔ اور ہم نے متعدد اشخاص ان کو جاننے والے پائے۔ ایک جماعت کو ہم نے دیکھا۔ کہ انہیں معلوم تھا۔ کب مریں گے۔ اور انھوں نے عورت کے حمل کے زمانے میں بلکہ حمل سے بھی پہلے جان لیا۔ کہ پیٹ میں کیا ہے۔

شیخ محقق قدس سرہ العالی: شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے

ہیں:۔ المراد لا تعلم بدون تعلیم اللہ تعالیٰ۔
یعنی مراد یہ ہے۔ کہ قیامت وغیرہ غیب بے خدا کے بتائے سے معلوم نہیں ہوتے۔

نیز حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز مسعود حسنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کتاب الابریز ھوا صلے اللہ علیہ وسلم لا یخفی علیہ شئ من الخمس المذکورۃ فی الاٰیۃ الشریفۃ وکیف یخفی علیہ ذٰلک ولا قطاب سبعۃ من امۃ الشریفۃ یعلمونہا وھم دون الغوث فکیف بالغوث فکیف بسید الاولین والاٰخرین الذی ھو سبب کل شئ و من کل شئ = یعنی قیامت[1] کب آئے گی۔ مینہ[2] کب کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ[3] میں کیا ہے۔ کل کیا[4] ہوگا۔ فلاں کہاں مرے[5] گا۔ یہ پانچوں غیب جو آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں۔ اور کیونکر یہ چیزیں حضور سے پوشیدہ رہیں۔ حالانکہ حضور کی امت سے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں۔ اور ان کا مرتبہ غوث سے نیچے ہے۔ پھر غوث کا کیا کہنا پھر اُنکا کیا پوچھنا جو سب اگلوں پچھلوں سارے جہان کے سردار اور ہر چیز کے سبب ہیں۔ اور ہر شئے اُن سے ہے۔

شرح قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:۔
انّ جمیع الانبیاء کل واحد منہم طلبوا واخذ والعلم من علمہ علیہ سلام الذی کالبحر فی السعۃ والکرام من کرمہ علیہ السلام الذی ھو کالدیم لانہ علیہ السلام

مفیضٌ وَھُمْ مستفاضون لِاَنَّہٗ تعالیٰ خلق البدّ روحہ علیہ السلام ووضع علوم الانبیاء وعلم مَا کان ومایکون ثم خلقھم فاخذ واعلومَھُمْ منہ علیہ السّلام۔

یعنی ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا۔ اولیاء جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے۔ اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا۔ جو تیز بارش کی طرح ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں۔ اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالےٰ نے اولاً حضور علیہ السلام کی روحِ پاک پیدا فرمائی۔ پھر اس روح پاک میں نبیوں کے مَا کان و مَا یکون کے علوم رکھے۔ پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا۔ پس ان سب نے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لئے۔

لہذا اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی غیب چھپا نہیں ہے۔ اور غیوبِ خمسہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ تمام علمِ غیب اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی عطا فرمائے ہیں۔

حدیث ۳۱ (ابو نعیم) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

حضور مالکِ غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں:— لمّا خرج من بطنی فنظرتُ الیہ فاذا انا بہ ساجدًا ثُمَّ رأیت سحابۃً بیضاء قد اقبلت من السماءِ حتی غشیتہ فغیب عن وجھی ثم تجلت فاذا انا بہ مدرجٌ فی ثوبِ صوف اللبیض وتحتہ حریرۃ خضراء وقد قبض

علےٰ ثلٰثۃ مفاتیح مِنَ اللؤلؤء الرَّطب وَاِذا قائلٌ یقول
قبض محمّد صلّی اللّٰہ علیہ وسلم علےٰ مفاتیح النصرۃ ومفاتیح
الرّیح ومفاتیح النبوۃ ثم اقبلت سحابۃ اُخرٰی حتّٰی
غشیتہٗ فغیب عنی ثم تجلت فاِذا انا بہٖ قد قبض علےٰ
حریرۃ خضراً مطویۃ وَاِذا قائلٌ یقول بخٍ بخٍ قبض
محمد علےٰ الدنیا کلّھا لم یبق خلقٌ من اھلھا اِلّا
دَخلَ فی قبضتہٖ ھٰذا مختصرٌ - یعنی جب حضور
میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں۔ ایک سفید ابر
نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا۔ کہ حضور میرے سامنے سے غائب
ہو گئے۔ پھر جب پردہ ہٹا تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ حضور ایک اُونی سفید کپڑے
میں لپٹے ہیں۔ اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے۔ اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور
کی مُٹھی میں ہیں۔ اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ نصرت کی کنجیاں، نفع
اور نبوت کی کنجیاں سب پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر
ابر نے آکر حضور کو ڈھاپ لیا۔ کہ میری نگاہ سے چھپ گئے۔ پھر روشن
ہُوا تو کیا دیکھتی ہوں۔ کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہُوا کپڑا حضور کی مٹھی مبارک میں ہے
اور کوئی منادی پُکار رہا ہے۔ واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
مٹھی میں آئی = زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی۔ جو اِن کے قبضہ
میں نہ آئی ہو۔ صلے اللہ علیہ وسلم = والحمد للہ رب العٰلمین ٥ =

اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ذکر ہے۔
بصورتِ ظاہری اس دنیا میں آتے ہی تمام دنیا کے خزانوں کی کنجیوں پر قبضہ فرمایا۔
نصرت کی کنجیاں یعنی حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ کہ جن لشکروں کو مدد دیں اور فتح

عطا فرماویں۔ اور جن کو شکست دیں اور دنیا میں تمام مخلوقات کے ساتھ جہاں سے جو بھی مدد ہوتی ہے۔ بصورت ظاہری ہوتی ہے۔ اور درحقیقت وہ حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک سے ہوتی ہے۔

نفع کی کنجیاں:۔ یعنی کسی کو جہاں سے بھی کوئی نفع ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خزانے سے ہوتا ہے۔

نبوّتا کی کنجیاں:۔ یعنی نبیوں کو جو علمِ غیب اور معجزے وغیرہ ملے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے عطا ہوئے ہیں۔

یہاں سلطنتِ مصطفٰے در مملکت کبریا ثابت ہوئی۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی بادشاہی میں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو کلی اختیار عطا فرمایا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ ہے۔ تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ عز وجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کی ملکیت میں دے دی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔

آیت ۳۰ پارہ چھ سورۃ مائدہ:۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ یعنی بے شک تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب =

تفسیر نمبر ۱۵:۔ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن: یعنی کہا گیا ہے۔ کہ اوّل یعنی نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور کتاب سے مراد قرآن شریف ہے۔

تفسیر نمبر ۱۶:۔ جلالین شریف میں یہی آیت هُوَ نُوْرٌ النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنی نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ؏

تفسیر نمبر ۱۷ :- خازن ۔ اِسی آیت کے ماتحت ۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ ۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا سَمَّاہُ اللّٰہُ نُوْرًا لِاَنَّہ یھتدی بہٖ کما یھتدی فی الظلامِ بالنُّوْرُ ۔ یعنی اس آیت میں نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رب نے انہیں نور اسلئے فرمایا۔ کہ حضور سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جیسے کہ اندھیری میں نور سے ہدایت لی جاتی ہے۔

آیت ۳۱ پارہ ۱۸ سورۃ نُور ۔ مثلُ نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیھا مصباحٌ المصباح فی زجاجۃٍ الزجاجۃ کانّھا کوکبٌ دُرّیٌّ

یعنی رب کو نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق۔ جس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں بھی ہے۔ وہ فانوس گویا چمکتا ہوا تارا ہے۔

اس آیت میں بھی اللہ کے نور سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ رب تعالیٰ کی مثال نہیں ہو سکتی۔ خود فرمایا :- لیس کمثلہٖ شَیئًا اور یہاں بھی اسی نور کی مثال دی جا رہی ہے۔ تو اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تفسیر خازن ع۱۸ اسی آیت کے ماتحت ہے۔

قیل قد اتیٰ ھٰذا تمثیل النور محمد صلے علیہ وسلم، قال ابن عباس یکعب الاحبار اخبرنی عن قولہٖ تعالیٰ مثل نورہٖ کمشکوٰۃٍ فیھا مصباحٌ قال کعب ھٰذا مثل ضربہ اللّٰہ تعالیٰ لنبیہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فالمشکوٰۃ صدرہٖ والزجاجۃ قلبہ والمصباح فیہ النبوۃ توقد من شجرۃ مبارکۃٍ ھی شجرۃ النبوۃِ یکاد نُور محمد صلے اللّٰہ علیہ وسلم

وامرہ بتبین للناس ولولم یتکلم ۔ یعنی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں حضور کے نور کی مثال دی گئی ہے۔ عبداللہ بن عباس نے کعب احبار سے اس آیۃ کی مثل نور کے بارے میں پوچھا۔ تو کعب احبار نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال اپنے نبی کی دی ہے۔ پس طاق تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا سینہ ہے۔ اور فانوس حضور کا دِل مبارک۔ اور اسی میں چراغ نبوت ہے۔ اور شجرہ مبارک نبوت کا درخت ہے۔ یعنی قریب ہے۔ کہ نور محمدی چمک جاوے۔ لوگوں پہ ظاہر ہو جاوے اگرچہ حضور کلام بھی نہ کریں۔

حدیث نمبر ۳۲۔ امام احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عریاض ابن ساریہ سے روایت فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔

حدیث ۳۳۔ (مشکوٰۃ) ترمذی شریف امام احمد حاکم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا۔ کہ ایک بار اصحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ فرمایا۔ کہ ابھی۔ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

تفسیر ۱۹۔ روح البیان شریف۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ کی تفسیر میں ہے۔ کہ ایک بار حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا۔ کہ تمہاری کتنی عمر ہے۔ عرض کیا۔ کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا۔ اُسے میں نے

بہتّر ہزار دفعہ چمکتا دیکھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ اے جبرئیل قسم ہے رب کی کہ وہ تارہ ہم ہی ہیں۔ اور رب تعالےٰ نے حضور کا نور حضرتِ آدم کی پشت میں امانت رکھا۔ امام احمد ابن محمد قسطلانی قدس سرہٗ مواہب الدنیا شریف میں فرماتے ہیں:—

قال تعالیٰ یا آدم ارفع راسك فرفع راسهٗ فرأى نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم فی سرادق العرش فقال یا ربی ھذا النور قال ھٰذا النور نبی من ذریتك اسمهٗ فی السماء احمدُ وفی الارض محمد لولا ما خلقتك ولا خلقت سماءً ولا ارضًا = یعنی اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ اے آدم اپنا سر اٹھا۔ تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔ تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کیا اے مولا یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمّد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے اور نہ آسمان و زمین کو۔

حدیث ۳۴۔ حافظ ابو سعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پرنور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:—

اذا کان یوم القیامۃ جمعُ اللہ الاوّلین والاخرین ویؤتیٰ بمنبرین من نور فینصب احدُھما عن یمین العرش والاخر عن یسارہ ویعلوھما شخصانِ فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوانُ خازن الجنّۃ انّ اللہ

امرنی ان اسلم مفاتح الجنۃ الی محمد صلے اللہ علیہ وسلم
وان محمد امرنی ان اسلمہا الی ابی بکر و عمر کیں خلا
مجیبہما الجنۃ الا فاشہدوا ثم ینادی الذی عن یسار
العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی ومن لم
یعرفنی فانا مالک خازن النار ان اللہ امرنی ان اسلم مفاتیح
النار الی محمد و محمدؐ امرنی ان اسلمہا الی ابی بکر و عمر
لیدخلا مبغضیہما النار الا فاشہدوا = یعنی بروز قیامت
اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا۔ اور دو ممبر نور کے لاکر
عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے۔ ان پر دو شخص چڑھیں گے۔
داہنے والا پکارے گا۔ اے جماعتِ مخلوق جس نے مجھے پہچانا اُس نے پہچانا
اور جس نے نہ پہچانا۔ تو میں رضوان داروغۂ بہشت ہوں مجھے اللہ تعالےٰ
نے حکم دیا۔ کہ جنّت کی کُنجیاں محمّد صلے اللہ علیہ وسلم کو سپرد کر دوں۔
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ ابو بکر کو دوں۔ وہ
اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔ پھر
بائیں والا پکارے گا۔ اے جماعتِ مخلوق جس نے مجھے پہچانا
اس نے پہچانا۔ اور جس نے نہ پہچانا۔ تو میں مالک داروغہ دوزخ
ہوں مجھے اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے حکم دیا۔ کہ دوزخ کی کنجیاں
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دوں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ
وسلم نے حکم دیا۔ کہ ابو بکر و عمر کو دو۔ وہ اپنے دشمنوں کو
دوزخ میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہو جاؤ

ابو بکر شافعی نے غیلانیات تصنیف ۲۰ میں روایت کی :-

یُنادیٰ یَوْمَ القیٰمۃ این اصحاب صلے اللہ علیہ وسلم فیوتیٰ
بالخلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم فیقول اللہ بھم ادخلوا
من شعتم الجنۃ ودعوا من شیئتم =

یعنی روزِ قیامت ندا کی جائے گی۔ کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پس خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم لائے جائیں گے۔ اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا۔ تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو۔ اور جسے چاہو منع کر دو۔

امام اجل قاضی ایاض رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولیٰ علی کو قسیم النار فرمایا۔ بے شک اصحاب صحاح نے و آئمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں۔ جنہیں حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں۔ مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئینگے۔ اور مولےٰ علی کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین اُمت اِن کے سَرِ مبارک کے خون سے ریشِ مطہرہ کو رنگے گا۔ اور یہ کہ مولیٰ علی قسیمِ دوزخ ..... اپنے دوستوں کو بہشت اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرماویں گے۔ ان احادیث سے خوب ثابت ہُوا۔ علم غیب کا کیا پوچھنا ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ عزّوجل نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو دارین کے تمام خزانوں اور تمام چیزوں یعنی ہر شئے کا مالک بنا دیا ہے۔ یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے۔

جس کو جنت میں داخل فرماویں۔ اور جسے دوزخ میں۔ منکر تو صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کو دیکھو کر اپنے منہ پر تماچے لگا رہا ہے۔ کہ ہائے ہائے یہ کیا ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب کیوں دیا گیا۔ اور اگر دیا گیا ہے۔ تو بھی میں نہیں مانتا۔ مگر یہاں تو دونوں جہانوں میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت و سلطنت ثابت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اختیارات عطا فرمادیئے ہیں۔ ہر شئے حضور کے قبضے میں دے دی۔ حضور بادشاہ ہیں جو چاہیں سو کریں۔

امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی مواہب الدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:۔ ھُوَ صلے اللہ علیہ وسلم خزانہ السر و موضعَ نفُوذِ الامر فلا ینفذ اَمرٌ الا منہ ولا ینقلُ خیرٌ الا عنہ صلے اللہ علیہ وسلم = الا بابی من کان ملکاً وسیداً

وآدم بین الماء والطین واقفٌ

اذا اراد امراً لا یکون خلافہٗ ولیس لذٰلک الامر فی الکون صارفٌ

یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم خزانہ رازِ الٰہی اور جائے نفاذِ امر ہیں۔ کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا۔ مگر حضور کے دربار سے اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ علیہ وسلم =

خبردار ہو میرے باپ قربان ان پر جو بادشاہ سردار ہیں۔۔۔
اس وقت سے کہ آدم ابھی آب و گل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے
وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں۔ اس کا خلاف نہیں ہوتا۔۔۔
تمام جہان میں کوئی ان کے حکم کا پھیرنے والا نہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

خیال رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ازلی۔ ابدی۔ یعنی دائمی قدیمی ایک تنہا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ عزّوجل کی مہربانی کا دریا جوش میں آیا۔ تو ایک اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے ذاتی نور سے پیدا فرمایا۔ اسوقت نہ زمین تھے نہ آسمان نہ جن تھے نہ انسان نہ جبرئیل تھے نہ اسرافیل، عرش و کرسی لوح و قلم کوئی چیز نہ تھی۔ ایک روح پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ عزّوجل کی مخلوق تھا۔ اور ہر مخلوق کو ہم جنس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی شئے کی ضرورت نہیں اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام جہان پیدا فرمائے آدم علیہ السلام۔ اور تمام آدمی و ہر شئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور آدم علیہ السلام تنہا زمین میں پھرتے تھے۔ اور ہر جانور کو اپنا غیر جنس دیکھکر گھبراتے تھے۔ اور تمنا کرتے تھے۔ کہ کاش کوئی میرا ہم جنس ہوتا۔ جس سے مجھے اُنس حاصل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے دوسرے جمعہ کو آدم علیہ السلام سو رہے تھے۔ تو فرشتوں نے ان کی بائیں پسلی چاک کی۔ جس سے انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی اور ان سے ایک نہایت خوبصورت عورت بنائی۔ آدم علیہ السلام کی چیری ہوئی پسلی کو ملا دیا گیا۔ جب وہ جاگے تو اپنا ہم جنس اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو؟ ندا آئی کہ یہ ہماری بندی ہے۔ تمہاری وحشت دور کرنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

آدم علیہ السلام نے چاہا کہ اُنکو ہاتھ لگاؤں۔ حکم ہوا۔ کہ اے آدم! پہلے ان کا مہر ادا کرو۔ پھر ہاتھ لگاؤ۔ عرض کیا مولا مہر کیا ہے۔ فرمایا میرے نبی آخرالزمان محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر دس بار درود شریف پڑھو۔ کیونکہ

اگر ان کی پیدائش منظور نہ ہوتی تو تم بھی نہ ہوتے چنانچہ آدم علیہ السلام نے درود شریف پڑھا۔ اور فرشتوں کی گواہی سے انکا نکاح ہؤا۔ دیکھو تفسیر عزیزی۔ تو جیسے آدم علیہ السلام کی خاطر حوّا علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اور پیدا بھی خاص آدم علیہ السلام کی پسلی سے فرمایا۔ اسی طرح محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر جن و انسان، زمین آسمان، ملائک جبرئیل اسرافیل وغیرہ تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ اور پیدا بھی خاص حضور علیہ السلام کے نور سے فرمایا ہے۔

اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا ہؤا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک کو نبوت کا تاج عطا فرما دیا ہے۔ اور نبوت کے واسطے وحی ضروری ہے۔ خواہ فرشتے کے واسطہ سے یا بلا واسطہ وحی۔

اُس وقت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتے پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور نہ کوئی اور مخلوق پیدا ہوئی تھی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک کو پیدا فرمایا۔ اور علم ظاہر و غیب وغیرہ سب عطا فرما دئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہر امر میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ ہر نبی کو بتا دیا۔ کہ میرے محبوب سب سے پہلے نبی تمام نبیوں کے نبی۔ آسمانوں میں جن کا نام احمد ہے۔ اور زمینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو میں نے میری تمام مخلوقات اور ہر شئے کا مالک بنا دیا ہے اور جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدۂ مبارک آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت و دوزخ کی کنجیاں بلکہ ہر شئے کی کنجیاں عطا فرما دیں۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ جسے جو چاہیں عطا فرمائیں۔

اور جس علمِ غیب کو جس وقت جس کے لئے چاہا ظاہر فرما دیا۔ اور جس غیب کو جس سے چھپانا چاہا چھپا دیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے وہی حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ اور جو حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ وہ اللہ جلّ شانہٗ کی مرضی ہے۔ جس بات کا ظاہر فرمانا مناسب سمجھا ظاہر فرما دیا۔ اور جس بات کا پوشیدہ رکھنا مناسب سمجھا پوشیدہ رکھا۔

مگر منکر وہابی کہتے ہیں۔ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہوتا تو ہر نقصان اور تکلیف سے محفوظ رہتے۔ اور ہر اچھائی اور بھلائی حاصل کر لیتے۔ اگر علم ہوتا تو فلاں موقع پر حضور علیہ السلام کے اصحابوں کو جنگ میں شکست کیوں ہوتی۔ اور فلاں موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار کیوں گم ہو جاتا۔ اس قسم کی تمام باتیں جو منکر کہتے ہیں۔ یہ سب بکواس بکتے ہیں۔ ان باتوں کا جواب تو سب مسلمانوں کو صاف معلوم ہے۔ اللہ عزّوجل تو مسلمانوں کا دوست اور مددگار ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ تعالیٰ کے خاص کر محبوب ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر غیب کو جانتا ہے۔ ہر بھلائی اور بُرائی سے خبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ عزّوجل نے ظاہری صورت مسلمانوں کو جس تکلیف سے نہ بچایا۔ اس میں ہزارہا حکمتیں تھیں۔ تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو علم نہ تھا۔ جو مسلمانوں کو اور اپنے محبوب علیہ السلام کو تکلیف سے نہ بچایا۔ میرے بھائیو! انصاف کرو۔ ان منکروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور نہ نقل سے۔ اللہ تعالیٰ عزّوجل تمام مسلمانوں کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ان شیطانوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

آیت ع ۳۲ پارہ ۳ سورۃ البقر۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ

یعنی وہ کون ہے جو اُس کے یہاں سفارش کرے۔ بے اس کے حکم کے۔ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے۔ اور جو ان کے پیچھے ہے اور نہیں وہ پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

یہ کلمات پاک آیت الکرسی کے تین جملے ہیں۔ آیت الکرسی میں اول سے لیکر آخر تک گیارہ صفات بیان ہوئے ہیں۔ تفسیر روح البیان میں آیت الکرسی کی تفسیر میں ہے۔ کہ مَنْ ذَا الَّذِیْ سے بِمَا شَآءَ تک تین اوصاف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اس سے پہلے پانچ اوصافِ الٰہیہ ہیں۔ اور ان کے بعد تین اوصافِ الٰہیہ بیان ہوئے ہیں۔ اور درمیان میں تین صفات مصطفیٰ بیان ہوئے۔ جیسے کلمہ طیب میں آگے پیچھے اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اور درمیان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پہلے جملے میں حضور علیہ السلام کی شفاعت کبریٰ کا ذکر ہوا۔ کہ قیامت میں اس وقت اگر کوئی ذاتِ کریم بارگاہِ الٰہی میں شفاعت فرمانے والی ہے۔ تو وہ صرف محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک ہے: دوسرے جملے میں ارشاد ہوا۔ کہ وہ شفیع المذنبین ان لوگوں کے آگے پیچھے کے حالات جانتے ہیں۔ یعنی یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ دنیا میں کس حال پر تھے۔ مسلمان تھے یا کافر۔ منافق تھے یا موافق۔ اور یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ آئندہ ان کا کیا حال ہوگا۔ جہنمی ہیں یا کہ جنتی۔ اگر جہنمی ہیں تو کس طبقے کے لائق ہیں۔ اور اگر جنتی ہیں۔ تو کس درجہ میں رکھے جائیں گے۔ جنت الفردوس میں یا جنتِ عدن میں۔ یا کسی اور جگہ۔ اور یہ جاننا ضروری بھی ہے

کیونکہ اگر (طبیب) مریض کی مرض کو نہ پہچانے اور یہ نہ سمجھ سکے. کہ مریض قابلِ علاج ہے. یا نہیں. تو (طبیب) اس کا علاج کیسے کرے گا.

اسی طرح اگر شفیع المذنبین قابلِ شفاعت اور ناقابلِ شفاعت کو نہ پہچانے تو وہ شفاعت کیسے فرمائیں گے۔ دنیا میں بھی حضور علیہ السلام نے بہت سے لوگوں کے جہنمی یا جنتی ہونے کی خبر دے دی۔ عشرہ مبشرہ حضرت فاطمہ زہرا حضراتِ حسنین کے جنتی ہونے کے علاوہ یہ بھی فرمایا. کہ حضرتِ فاطمہ زہرا جنتی بیبیوں کی سردار ہیں. جہاد میں ایک مسلمان بہت شدت سے کافروں کو مار رہا تھا. بعض صحابۂ کرام نے اس کی تعریف کی. آپ نے فرمایا. کہ یہ سب کچھ ہے. مگر وہ جہنمی ہے. آخر کار اُس نے خودکشی کی.

حدیث ۳۵ (مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر) مسلم شریف وغیرہ میں ہے۔ کہ ایک بار حضور علیہ السلام اپنے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے صحابہ کرام کی مجلس میں جلوہ گر ہوئے. اور فرمایا کہ اس کتاب میں تو جنتی لوگوں کے نام، ان کے باپوں کے نام اور ان کے قبیلوں کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں دوزخیوں کے نام اور قبیلے وغیرہ مذکور ہیں۔ آخر میں ان کا ٹوٹل لگا دیا گیا ہے۔ کہ کُل جنتی اتنے اور کل دوزخی اتنے۔

تفسیر نیشاپوری ۲۱ میں اس آیت کے ماتحت ہے۔

یعلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما بین ایدیھم من اولیاتِ الامر قبل الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ = یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے پہلے کے اولی معاملات بھی جانتے ہیں۔ اور جو مخلوق کے بعد قیامت

کے احوال ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

روح البیان یہی آیت = یعلم محمد علیہ السلام ما بین ایدیھم من الامور الاولیات قبل الخلائق وما خلفھم من احوال القیامۃ وفزع الخلق وغضب الرب:
یعنی حضور علیہ السلام مخلوق کے پہلے کے حالات جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے کے واقعات اور ان کے پیچھے کے حالات بھی جانتے ہیں۔ قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور رب تعالیٰ کا غضب وغیرہ =

تیسرا جملہ:۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ =

یعنی اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

تفسیر روح البیان ۲۲۔ اسی آیت کے ماتحت یحتمل ان تکون الھاءُ کِنایۃً عنہ علیہ السلام یعنی ھُوَ شاھدٌ علٰے احوالھم یعلم مَا بین ایدیھم و من سیرھم ومعاملاتھم وقصصِھم و مَا خلفھم من الامر الاخرۃ واحوالِ اھل الجنۃ والنّار وھم لا یعلمون شیئً مِن معلوماتہ الا بماشاء من معلوماتہ علم الاولیآء مِن علمِ الانبیاءِ بمنزلۃِ قطرۃ مِن سبعۃ ابحرٍ وعلم الانبیاء من علم نبینا علیہ السلام بھٰذا المنزلۃ و علم النبینا مِن علم الحق سُبحانہٗ بھٰذ المنزلۃ فکل رسولٍ ونبیٍ وولیٍّ اخذون بقدر القابلیۃ وَالاستعداد مِما لدیہ ولیس لاحد ان یعدو او یتقدم علیہ =

یعنی= اس ضمیر میں حضور علیہ السلام مراد ہوں۔ حضور علیہ السلام لوگوں کے حالات کو مشاہدہ فرمانے والے ہیں۔ اور ان کے سامنے کے حالات جانتے ہیں۔ ان کے اخلاق کے معاملہ میں اور ان کے قصے وغیرہ ان کے پیچھے کے حالات جانتے ہیں۔

آخرت کے احوال جنتی و دوزخی لوگوں کے احوال، اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے معلومات میں سے کچھ بھی نہیں جانتے۔ مگر اسی قدر جتنا حضور چاہیں۔

اولیاء اللہ کا علم علم انبیاء کے سامنے ایسا ہے۔ جیسے ایک قطرہ سات سمندروں میں سے۔ اور انبیاء کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے سامنے اسی درجہ کا ہے۔ اور ہمارے حضور علیہ السلام کا علم رب العٰلمین کے علم کے سامنے اسی درجہ کا۔

پس ہر نبی اور ہر رسول اور ہر ولی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق حضور سے ہی لیتے ہیں۔ اور کسی کو یہ ممکن نہیں۔ کہ حضور علیہ السلام کے آگے بڑھ جائے۔

ثابت ہوا۔ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو کوئی نہیں پاسکتا۔ مگر جس کو جس قدر حضور علیہ السلام ہی دینا چاہیں۔ تو عطا فرمائیں۔ لہٰذا از حضرت آدم تا روز قیامت جس کو جسقدر علم ملا وہ حضور علیہ السلام کے علم کا قطرہ ہے۔ اس میں حضرت آدم اور فرشتوں کا علم بھی شامل ہے۔

آیت ۳۳ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ط یعنی اور اے محبوب تم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ (تفسیر مدارک)

تفسیر ۲۳ اسی آیت کے ماتحت ہے۔ اَیْ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ اٰمَنَ بِالْاِیْمَانِ وَعَلٰی مَنْ کَفَرَ بِالْکُفْرِ وَعَلٰی مَنْ نَافَقَ بِالنِّفَاقِ یعنی حضور علیہ السلام گواہ ہیں۔ مومنوں پر ان کے ایمان کے اور کافروں پر اُن کے کفر کے۔ منافقوں پر ان کے نفاق کے۔

تفسیر نیشاپوری ۲۴ اسی آیت کے ماتحت۔ لِاَنَّ الرُّوْح هُوَ علیہ السلام لشاهدٌ علٰی جمیع الارواح والقلوب والنفوس بقولہ علیہ السلام۔ اوّل ما خلق اللہ نوری۔ یعنی اس لیے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں، دلوں اور نفسوں کو دیکھنے والی ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو پہلے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔ جاننا چاہیئے۔ کہ گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے تمام حالات حضور علیہ السلام نے دیکھے تھے۔ اور اب بھی اپنی امت کے تمام حالات دیکھ رہے ہیں۔ اور آپ کی گواہی دیکھی ہوئی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے۔ کہ نبی سچے ہیں۔ مگر پھر بھی گواہیاں لے کر فیصلہ فرماتا ہے۔ اسی طرح اگر حضور علیہ السلام مقدمات میں تحقیقات فرمائیں اور گواہیاں لیں تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ حضور علیہ السلام کو خبر نہ ہو۔ بلکہ مقدمات کا قاعدہ یہی ہوتا ہے۔ ان آیتوں اور ان تفاسیروں سے خوب ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ نے یہ تمام علوم اپنے محبوب علیہ السلام کو دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے عطا فرما دیئے

تھے۔ اسلئے حضور علیہ السلام کی روح مبارک تمام روحوں، دلوں اور نفسوں کو دیکھنے والی ہے۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے نبوت کا تاج عطا فرما دیا تھا۔ اور نبوت کے معنی ہی یہی ہیں۔ کہ علم غیب کا جاننا۔

آیت ۳۴ پارہ ۲۸ سورۃ الحشر = وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا = یعنی جو کچھ تمہیں رسول اللہ عطا فرمائے۔ وہ لے لو۔ اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو۔

حدیث ۳۶ = ابوداؤد و ترمذی وغیرہ فرماتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم سُن لو مجھے قرآن شریف کے ساتھ اس کا مثل ملا۔ یعنی حدیث!

وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِثْلُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ یعنی جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا۔ وہ بھی اس کی مثل ہے جیسے اللہ عزّ و جل نے حرام کیا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :—

قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلے اللہ علیہ و سلم لانہ شرع الدین والاحکام = یعنی محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور معروف ہے۔ اسلئے۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے دینِ متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفا تی۔

امام قاضی عیاض میں قصیدہ بردہ شریف کے اس شعر کی شرح میں ہے

نبینا الآمر الناھی فلا احد ٭ ابر فی قول لا منہ ولا نعم

یعنی ہمارے نبی صاحب امرونہی تو اس سے زیادہ ہاں اور نہ فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔ نیز فرماتے ہیں۔

معنیٰ، نبینا الآمر انہ لاحاکم سواہ صلے اللہ علیہ وسلم فھو حاکم غیر محکوم

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب امر و نہی ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ حضور حاکم ہیں۔ حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں ہے۔ نہ وہ کسی کے محکوم صلے اللہ علیہ وسلم ذکرہ فی فضل جودہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس آیت، حدیث و قول سے ثابت ہوا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے شرع کے ہر حکم کا کلی اختیار عطا فرمادیا۔ حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ کہ جس پر جو حکم فرض فرمائیں۔ اور جس شخص کو جس بات سے منع فرمائیں حضور علیہ السلام کے ہر حکم کی فرمانبرداری مسلمانوں پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل کا امر ہے۔ کہ اے مسلمانو جو کچھ تم کو محبوب علیہ السلام عطا فرمائیں لے لو۔ اور جس سے منع فرمائیں۔ باز رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز ہر وقت ہر شخص کو حضور علیہ السلام عطا فرماتے ہیں۔ اس میں نعمتیں اور خزانے علمِ ظاہری و علمِ غیب سب شامل ہیں۔ حضور علیہ السلام کل عالم میں حاکم ہیں۔ ساری مخلوق میں حضور علیہ السلام کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ جو نعمت جس کو ملتی ہے حضور کی سرکار سے اور جو علم جس کو عطا ہوتا ہے۔ حضور کے

دربار سے۔ منکر مانیں یا نہ مانیں۔ مالکِ دو جہاں ہے۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو قرآنِ پاک عطا فرمایا۔ اور قرآنِ پاک کا سارا علم جو لوحِ محفوظ کی تفسیر ہے۔ کان وما یکون ہر ذرہ ذرہ کا علم موجود ہے۔

حضور نے فرمایا۔ کہ اس قرآنِ پاک کے علاوہ مجھے حدیثِ پاک کا علم بھی اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے عطا فرمایا ہے۔ جو امر مسلمانوں پر قرآنِ پاک کے ذریعہ سے فرض ہوا ہے۔ محبوب علیہ السلام کی زبان مبارک سے فرض ہوا ہے۔ اور منکر کہتے ہیں۔ کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو علم ملا ہے۔ وہ وحی ہے۔ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اور بغیر واسطہ جبرئیل علیہ السلام کے کسی کو وحی نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی علم ملا ہے۔ اور جو علم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام جس کو ملا ہے۔ وہ علم ظاہر ہے غیب نہیں۔

منکر بالکل غلط اور جھوٹ کہتے ہیں۔ قرآن پاک کا صاف انکار کرتے ہیں۔ جو بات قرآن پاک میں ثابت ہوئی ہے۔ اس کو کیوں غلط بیان کرتے ہیں۔ ان کے عقلوں اور دماغوں کو کیا ہوگیا ہے۔ یہ تو قرآن پاک سے صاف ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے بغیر واسطہ جبرئیل علیہ السلام کے انبیاء کرام کو بھی وحی فرمائی۔ اور انبیاء کرام کے سوا بھی اللہ تعالیٰ نے جس سے چاہا کلام فرمایا۔ وحی فرمائی اور علم عطا فرمایا۔ اور بغیر واسطہ جبرئیل علیہ السلام کے جس کو جو وحی ہوئی ہے۔ اس کو الہام کہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ دل میں القاء فرما دیتا ہے۔ اس کا ثبوت آگے آتا ہے۔

آیت ۳۵ پارہ ۲۵ = وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآیِٔ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ = یعنی اور نہیں طاقت آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ. مگر جی میں ڈال دیتا ہے. یا پیچھے پردے کے سے یا بھیجے فرشتہ. پس جی میں ڈال دیوے ساتھ حکم اس کے کے. جو کچھ چاہا اللہ نے

اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی مخلوق سے تین طرح کلام فرمانے کا ذکر فرمایا. ۱ جی میں ڈال دینا. اسکو الہام کہتے ہیں. ۲ دوسرا پردے کے پیچھے جس طرح موسےٰ علیہ السلام سے کلام ہوئی = ۳ تیسرا فرشتے کے ذریعہ یعنی بواسطہ جبرئیل علیہ السلام =

خوب ثابت ہوا. کہ اللہ تعالیٰ عزوجل بغیر واسطہ جبرئیل علیہ السلام جس سے کلام فرمانا چاہے کلام فرماتا ہے.

آیت ۳۶ پارہ ۲۷ سورۃ النجم

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی = یعنی ہم نے وحی کی طرف اپنے خاص بندے کے.

جو بھی وحی کی اس وحی سے مراد ہے. شب معراج میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے بلاواسطہ کلام فرمائی. فرمایا میں نے اپنے محبوب علیہ السلام سے کلام فرمائی. جو بھی کلام فرمایا. کسی کو کیوں بتاؤں.

آیت ۳۷ پارہ ۱۶ سورۃ الکہف =

قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْہِمْ حُسْنًا ○

یعنی ہم نے ذوالقرنین کو الہام کیا. کہا کہ اے ذوالقرنین خواہ سزا دو. اور

خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو۔

یہاں ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ عزّوجل نے الہام فرمایا۔

آیت ع۳۸۔ پارہ ۱۴ سورۃ النحل =

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ

یعنی = اور وحی کی پروردگار تیرے نے طرف مکھی شہد کی کے یہ کہ پکڑے پہاڑوں سے گھر اور درختوں، اور اس چیز سے کہ بلند کرتے ہیں یعنی لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ عزّوجل نے شہد کی مکھی کی طرف بھی وحی فرمائی۔ اس وحی سے بھی یہی مراد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی۔

آیت ۳۹ :۔ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًاo =

اور ان کو اپنا علم لدنی عطا کیا۔

یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو :۔

تفسیر ۲۵ بیضاوی شریف یہی آیت = اَیْ مِمَّا یَخْتَصُّ بِنَا وَلَا یُعْلَمُ اِلَّا بِتَوْفِیْقِنَا وَهُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ = یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں۔ بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ علم غیب ہے۔

تفسیر ۲۶ = ابن جریر میں سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے :۔ قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔ کَانَ رَجُلًا یَعْلَمُ عِلْمَ الْغَیْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰلِکَ = یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے۔ کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے۔ وہ خضر علم غیب جانتے تھے؟ کہ انہوں نے یہ جان لیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکیں گے۔

تفسیر ۲۷ روح البیان یہی آیت :۔ هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ الْاَخْبَارُ عَنْهَا بِاِذْنِهٖ تَعَالٰی مَا ذَهَبَ اِلَيْهِ ابْنِ عباس ۔ یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو لدنی علم سکھایا گیا۔ وہ علم غیب ہے اور اس غیب کی خبر دیتا ہے۔ خدا کے حکم سے۔
جیساکہ اس طرف ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے ہیں۔

تفسیر ۲۸ مدارک یہی آیت ۔ یعنی اَلْاَخْبَارُ بالغیوب وقیل العِلم اللدنی = مَاحصل للعبد بطریق الہام = یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو غیب کی خبریں دیں۔ اور کہا گیا کہ علم لدنّی وہ ہوتا ہے جو بندہ کو الہام کے طریقہ پر حاصل ہو۔

تفسیر ۲۹ خازن یہی آیت = اَیْ علمًا الباطن اِلهَامًا = یعنی خضر علیہ السلام کو عِلم باطن الہام کے طریقہ پر عطا فرمایا۔

لہذا۔ یہاں عِلم غیب بھی ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ بِلاواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ نے جس سے چاہا وحی فرمائی۔ الہام کے طریقہ پر یعنی دل میں اِلقاء فرمایا۔

حدیث ۳۷ :۔ بخاری شریف حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ :۔ لقد خطبنا النبی صلے اللہ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خطبتاً مَاتَرَكَ فِيهَا شَيْئًا اِلٰی قیام الساعۃ اِلّا ذکرہ علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ ان کنت لاری الشی قد نسیت فاعرف مَا یعرف الرجل اذا غاب عنہ فرآہ فعرفہ = یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سنایا۔ اور قیامت تک جو باتیں ہونے والی

ہیں سب کا بیان فرمایا۔ کسی چیز کو نہ چھوڑا۔ تو جس کو یاد رکھنا تھا۔ اُس نے اس کو یاد رکھا۔ اور جس کو بھُولنا تھا وہ اس کو بھُول گیا۔ اور میں جس بات کو بھول گیا۔ اسکو دیکھ کر اس طرح پہچان لیتا ہوں۔ جس طرح کسی کا آدمی غائب ہو جائے۔ پھر جب وہ اس کو دیکھے پہچان لیتا ہے۔

حدیث ۳ بخاری شریف، کتاب بدءُ الخلق اور مشکوٰۃ جلد دوم باب بدأ الخلق و ذکر الانبیاء میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ قام فینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقامًا فاخبرنا عن بدءِ الخلق حتیٰ دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہٗ ونسیہٗ من نسیہٗ ۔ یعنی محبوب علیہ السلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ پس ہم کو ابتدائی پیدائش کی خبر دے دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہونچ گئے۔ اور جہنمی اپنی منزلوں میں، جس نے یاد رکھا۔ اس نے یاد رکھا۔ اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

اسجگہ حضور علیہ السلام نے دو قسم کے واقعات کی خبر دی = عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ پھر عالم کی انتہا کس طرح ہوگی۔ یعنی از روزِ ازل تا قیامِ قیامت ایک ایک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ بیان کر دیا۔ ثابت ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کو یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ یہاں منکر مانیں یا نہ مانیں۔ وہاں روزِ قیامت میں سب مان لیں گے۔

حدیث ۳۹ = بخاری شریف :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکا ہوا گوشت آیا۔ اور وسعت کا گوشت آپکے سامنے کیا گیا۔ وہ آپکو بہت پسند تھا۔ تو آپ نے اسے دانتوں میں پکڑا۔ اور تناول فرماتے ہوئے فرمایا:——

انا سید الناس یوم القیامۃ وھل تدرون مما ذٰلک یجمع اللہ الاولین والآخرین فی صعید واحد ... یسمعھم الداعی فینفذھم البصر = یعنی میں قیامت کے دن سب کا سردار ہوں۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ کس وجہ سے اسلئے کہ قیامت کے دن تمام پہلے پچھلے آدمی ایک جگہ اکٹھے ہوں گے۔ اور ہر ایک داعی کی آواز سن سکے گا۔ اور وہ دیکھ لے گا۔

حدیث طویل ہے۔ اس میں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر ہے۔ اور فرمایا محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میدان میں لوگوں کو طرح طرح کی تکلیف ہوگی۔ اس وقت کہیں گے دیکھو کیسی تکلیف ہو رہی ہے۔ کوئی شفیع تلاش کریں۔ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ کر عرض کریں گے۔ کہ آپ ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام جواب دیں گے۔ کہ مجھے اپنی جان کا خود خوف ہے۔ میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ تو لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے یہی جواب ملے گا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس، اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے۔ مگر تمام انبیاء نفسی، نفسی، نفسی پکاریں گے۔ اور شفاعت کا تاج اللہ تعالےٰ نے

مجھے عطا فرما دیا ہے۔ اور میں ہی اُس وقت سب کی شفاعت کروں گا۔

لہٰذا اُس وقت تمام لوگ قائل اور منکر سب کے سب حضور علیہ السلام کی سرداری اور مرتبہ مان لیں گے۔ اس دنیا میں کوئی تو محبوب علیہ السلام کے علمِ غیب کے منکر ہیں۔ اور کوئی حضور علیہ السلام کی شفاعت کے منکر ہیں۔ کوئی حضور علیہ السلام کے مرتبہ اور علم میں نقطہ چینی کرتے ہیں۔ مگر اُس دن سب کے سب مان لیں گے۔ کہ واقعی محبوب علیہ السلام دو عالم کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ مگر وہاں ان کا یعنی منکروں کا ماننا کسی کام کا نہیں۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے۔ کہ اس دنیا میں توبہ کر لیں۔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آویں۔ حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کو مان لیں۔ ورنہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کے عذر قبول نہ کرے گا۔

حدیث نمبر ۴۸ = بخاری شریف = حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز محبوب صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کچھ فرما رہے تھے۔ کہ ایک عرابی نے آپ سے پوچھا۔ کہ قیامت کب ہو گی۔ آپ جب اپنی بات ختم کر چکے۔ تو فرمایا۔ سائل کہاں ہے۔ قیامت کے پوچھنے والا۔ سائل نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے ہی پوچھا تھا۔

قال فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ = یعنی

محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔ جس وقت امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

سائل نے عرض کی۔ امانت کا ضائع کرنا کس طرح ہو گا محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کام نا قابل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

یہاں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علم سے انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ سائل کو اسکی سمجھ کے مطابق قیامت کی علامت بیان فرمائی۔

آیت ۲۰ = لَا تَسْئَلُوا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تبد لکم۔

تفسیر ۳۱ خازن اسی آیت کے ماتحت

حضور علیہ السلام منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر فرمایا۔ کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا جو بات پوچھنا چاہتے ہو، پوچھ لو۔ قسم خدا کی جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں" تم کوئی بات ہم سے نہ پوچھوگے۔ مگر ہم تم کو اس کی خبر دیں گے۔

ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا۔ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ فرمایا جہنم! پھر عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہوکر دریافت کیا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ پھر بار بار فرماتے رہے۔ پوچھو! پوچھو!!۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام علوم اور کلّ اختیار عطا فرمایا۔ جس سے جو غیب بتانا چاہیں بتا دیں۔ کسی سے فرمایا۔ کہ تمہارا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور کسی کو اس باپ کا پتہ بتایا۔ کہ تمہارا باپ فلاں ہے۔

حدیث ۳۲ مسلم شریف حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ یضع ید ہٗ علے الارض ھٰھُنَا ھٰھُنَا قال فما ماط احدھم

عَنْ موضع یدٖ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنی
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ
ہے۔ اور اپنے دستِ مبارک کو اِدھر اُدھر زمین پر رکھتے
تھے۔ راوی نے فرمایا۔ کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور
علیہ السلام کی جگہ سے ذرا بھی نہ ہٹے۔

جاننا چاہیئے۔ کہ یہ غزوۂ بدر کا بیان ہے۔ اور یہ علوم خمسہ میں سے
ہے۔ جس کی خبر حضور علیہ السلام جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہی دے
رہے ہیں۔

حدیث ۴۲ بخاری شریف) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔
قال اصابت الناس سنة علے عهد النبی صلے اللہ علیہ
وسلم فبینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطب فی یومِ
الجمعةِ قام اعرابیؒ فقال یا رسول اللہ هلک المالِ
وجاع العیال فادعُ اللہ لنا فرفع یدیہِ وَمَا نریٰ
فی السماء قزعة فوالذی نفسی بیدہٖ ما وضعهما
حتیٰ ثار السحاب امثالِ الجبال ثم لم ینزل عن منبرہٖ
حتی رائیت المطر یتحادر علے لحیتہٖ فمطرنا یومِ ذالک و
من الغد ومن بعد الغدِ والذیٔ یلیہ حتی جمعة الاخریٰ
قام ذالک الاعرابیُ او قال غیرہٗ فقال یا رسُول اللہِ
تہدّم البنا وغرق المال فادعُ اللہ لنا فرفع یدیہِ
یدیہِ فقال اللّٰھم حولینا ولا علینا فما یشیر بیدہٖ
الیٰ ناحیةٍ من السحاب الّا انفرجت وصارت المدینة مثل الجوبةِ

دسال الوادی قناۃ الشہراً ولم یجیٔ احدٌ من ناحیۃٍ الا حدث بالجود ۔ یعنی

کہا ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں پر قحط سالی پڑی تو جمعہ کے دن اس حالت میں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کہا یا رسول اللہ مال تلف ہو گیا۔ اور کنبہ بھوکا ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرمایئے۔ اس پر آپ نے اپنے دونو ہاتھ اٹھائے "جبکہ ہم اُس وقت آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہ دیکھتے تھے"۔ قسم اس ذاتِ پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ آپ اپنے ہاتھوں کو ابھی جھکانے نہیں پائے تھے کہ ابر پہاڑوں کی طرح گھر آیا۔ پھر آپ اپنے منبر سے نہیں اُترے تھے۔ کہ میں نے مینہ آپکی ڈاڑھی مبارک سے ٹپکتے ہوئے۔ دیکھا۔ چنانچہ اس دن بھی ہم پر بارش ہوئی۔ اور دوسرے، تیسرے، چوتھے بلکہ سارا ہفتہ اسی طرح دوسرے جمعہ کو وہ اعرابی یا کوئی دوسرا شخص خطبہ کے وقت پھر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ مکان گر گئے۔ مال ڈوب گیا۔ اور لوگ پریشان ہیں۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے۔

تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے اللہ ہمارے آس پاس مینہ برسا دے ہم پر نہ برسا۔ پھر آپ جس ابر کے ٹکڑے کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ ہٹ جاتا تھا۔ اور مدینہ طیبہ ابر سے صاف ہو کر مثل حوض کے ہو گیا۔ اور قناۃ نامی وادی

ایک مہینہ تک بہتی رہی۔ اور جو شخص کسی طرف سے آتا تھا وہ بارش کی کیفیت بیان کرتا تھا ؛

حدیث ۴۳ بخاری شریف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ مجھے اکثر ابو طالب کا شعر یاد آجاتا ہے۔ جبکہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو دُعائے استسقار مانگتے ہوئے دیکھتا۔ پس آپ منبر سے نہ اترنے پاتے تھے۔ کہ تمام پرنالے بہنے لگتے تھے۔ وہ شعر ابو طالب کا یہ ہے۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم گورے رنگ کے ہیں۔ ان کے چہرے مبارک کے طفیل ابر سے پانی مانگا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کی پرورش کرنے والے ہیں۔ اور بیوہ عورتوں کی جائے پناہ ہیں۔

حدیث ۴۴ بخاری شریف:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلا کر کچھ آہستہ آہستہ فرمایا تو وہ رونے لگیں۔ پھر دوبارہ......

......بلا کر آہستہ آہستہ کچھ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں۔ بعد حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی بابت

......حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔ کہ اوّل آپ نے فرمایا تھا۔ کہ اِسی مرض میں میری وفات ہوگی۔ یہ سُن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ آپ نے یہ فرمایا۔ اے فاطمہ میرے بعد اہل بیت سے پہلے تیری روح قبض ہوگی۔ یہ سُن کر میں خوش ہوئی۔ اور ہنسنے لگی۔

حدیث بخاری شریف ۵

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ میں نے محبوب علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے۔ چاہے وہ دنیا میں رہے چاہے آخرت کو پسند کرے۔ ان احادیث میں محبوب علیہ السلام کا علم غیب، غیوب خمسہ بھی ثابت ہوا۔ وہ پانچ غیوب جن کا آیت شریف میں ذکر ہے۔ یعنی قیامت کب آئے گی۔ مینہ کب اور کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ کل کیا ہوگا۔ فلاں کہاں مرے گا۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ غیوب میں کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ مگر سب کا بیان فرما دیا۔ قیامت کب آئے گی؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ کہ جب کام نا قابل کے سپرد کیا جائے۔ تو قیامت کا انتظار کرنا۔ لوگوں کو انکی سمجھ کے مطابق ارشاد فرمایا۔ اور بے شمار علامات قیامت حضور علیہ السلام نے بتلائے۔ صرف تاریخ نہیں فرمائی۔ کیونکہ اس میں ہزارہا حکمتیں تھیں۔ کہ اگر عام لوگوں کو قیامت کی تاریخ بتادی جاتی، تو دنیاوی نظام میں خلل آجاتا۔ قیامت تو قیامت ہے۔ بلکہ قیامت سے پہلے اور قیامت کے بعد ہر ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ اور قیامت کی تاریخ وغیرہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا علم ہے۔ مگر یہ حضور کی مرضی ہے۔ کہ جسے جس غیب کا علم بتا دیں۔ اور جس سے جس غیب کو چھپا رکھیں۔ مینہ کب برسے گا۔ اور

کہاں برسے گا۔ جہاں حضور علیہ السلام فرمائیں وہاں برسے گا۔ جیساکہ ابر کو ارشاد فرماتے تھے۔ اور وہ حکم کی تعمیل کرتا تھا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ مادہ کا پیٹ تو مادہ کا پیٹ ہے۔ حضور علیہ السلام نے تو ہمبستری کی بھی خبر دے دی۔ فرمایا۔ کہ تیرا باپ فلاں ہے۔ ایسا کون کہہ سکتا ہے۔ اگر حال روشن نہ ہو کل کیا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ فلاں، فلاں، فلاں شخص کل مرینگے۔ کہاں مریں گے۔ "غزوہ بدر" میں۔ یہ تو مرنا ہے۔ یہاں تو حضور کے اختیار میں ہے۔ کہ جب تک چاہیں دنیا میں رہیں۔ اور جب چاہیں آخرت کو پسند فرمائیں۔ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تو فرمادیا۔ کہ اس مرض میں میں وفات پاؤں گا۔ اور اہل بیت میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہوگی۔ مگر فرمایا آہستہ آہستہ کہ عام لوگوں کو بتانا منظور نہیں تھا۔

اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ ان پانچ غیوب میں سے کوئی غیب بھی حضور علیہ السلام سے چھپا نہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جس سے جو غیب پوشیدہ رکھیں۔ یا جسے حضور غیب بتائیں؟۔ حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔

علامہ حسن بن علی مدابغی حاشیہ فتح المبین امام ابن حجر مکی اور فاضل ابن عطیہ فتوحاتِ وہابیہ شرح اربعین امام نووی میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو علمِ قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:۔

الحق کما قال جمع ان اللہ سبحٰنہٗ و تعالیٰ لم یقبض نبینا صلے اللہ علیہ وسلم حتیٰ اطلعہ علی

كل ما ابهم انه الا انه امر حكيتم بعض الا علام ببعض = یعنی حق مذہب وہ ہے۔ جو ایک جماعتِ علماء نے فرمایا کہ اللہ عزّوجل ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا۔ یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا۔ اُس سب کا علم حضور کو عطا فرما دیا۔ ہاں بعض علوم کی نسبت حضور کو حکم دیا۔ کہ کسی کو نہ بتائیں۔ اور بعض کے بتانے کا حکم فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام علوم کان و ما یکون ہر ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ ایسی کوئی شئے باقی نہیں رہی جس کا علم حضور علیہ السلام کو نہ دیا گیا ہو۔

ابریز شریف میں ہے:- كيف يخفى امر الخمس عليه صلے الله عليه وسلم والواحد من اهل التصرف من امته الشريفة لا يمكنه التصرف الا بمعرفة هذه الخمس = یعنی حضور علیہ السلام سے یہ پانچ غیب کیونکر چھپے رہیں۔ حالانکہ حضور کی امت شریف میں جو اولیاء کرام اہلِ تصرف ہیں۔ کہ عالم میں تصرف فرماتے ہیں۔ وہ جب تک ان پانچوں غیبوں کو جان نہ لیں تصرف نہیں کر سکتے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں ذکر کیا امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

بیس رجلؐ من بغدا بصرة الى خارج هذ الوجود

کلہ وھناک یعرف قدر عظمۃ موجدہٖ سبحٰنہٗ وتعالیٰ

یعنی مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان. جنت و نار یہی چیزیں محدود و مقید کر لیں. مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے. وہاں اسے موجدِ عالم سبحٰنہٗ تعالیٰ کی عظمت کی قدر کھلے گی.

حدیث مشکوٰۃ شریف ۴۶۷ کتاب الفتن باب الملاحم فصل اول میں مسلم سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے. بے

اِنّی لا عرِف اسماھم واسماء اٰباءھم والوانِ خیولھم خیر فوارس او من خیر فوارس علےٰ ظھرِ الارضِ = یعنی ہم ان کے دجال سے لڑنے والوں کے نام اُن کے دادوں کے نام انکے گھوڑوں کے رنگ پہچانتے ہیں۔ وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں :-

حدیث زیر مرکاۃ میں فرماتے ہیں :-

فیہِ مع کونہٖ من المعجزات دلالۃٌ علیٰ ان علمہٗ علیہ السلام محیطٌ بالکلیاتِ والجزئیاتِ من الکائناتِ وغیرھا۔ یعنی اس حدیث معجزہ ہونے کے ساتھ۔ اس پر بھی دلالت ہے. کہ حضور علیہ السلام کا علم کُلی اور جزی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے.

میرے پیارے بھائیو خیال فرمائیے. کہ آئندہ جب دجال سے جولوگ لڑیں گے۔ ان کے اور ان کے باپ دادوں کے

تام ان کے گھوڑوں کے رنگ اور یہ کہ وہ اُس وقت روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے ہر شئے کی پہلے ہی خبر دے دی ؛

حدیث ۴۷ مشکوٰۃ شریف، عبدالرحمن بن عیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ جس کا اس کتاب میں پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حضور نے فرمایا :۔

فعلمت ما فی السمٰوٰتِ والارض : یعنی

ہم نے جان لیا جو کچھ بیچ آسمانوں کے ہے۔ اور جو کچھ بیچ زمینوں کے ہے۔

اس حدیث کے نیچے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ یعنی اس فیض کے پہنچنے سے ہم نے تمام چیزیں جان لیں۔ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔ یعنی آسمان و زمین میں وہ چیزیں جو اللہ نے بنائیں، فرشتے اور درخت وغیرہ۔ یہ آپ کے اُس وسیع علم کا بیان ہے جو اللہ نے آپ پر ظاہر فرمایا۔ ابنِ حجر نے فرمایا کہ جان لی وہ تمام مخلوقات، جو آسمانوں، بلکہ جو اُس کے اوپر ہے۔ جیسا کہ حدیثِ معراج سے معلوم ہوتا ہے۔ اور زمین میں ہے۔ اور تمام وہ چیزیں جو ساتوں زمینوں، بلکہ اُس سے نیچے ہیں۔ جیسا کہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں حضور علیہ السلام نے گائے اور مچھلی کی خبر دی۔ جن پر زمینیں قائم ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں اور ان کے اندر جو کچھ ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، کے واسطے پیدا فرمائے ہیں۔ تو جو چیز حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے پیدا کی گئی ہو اُس کا علم حضور علیہ السلام سے کیونکر چھپا رہے۔

محبوب صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ عالم میں ہر شئے کو اپنی رحمت کا فیض پہنچاتے ہیں۔ جس مخلوقات کا پروردگار عالم رب العالمین ہے۔ ان کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعٰلمین ہے۔ یہاں تو محبوب علیہ السلام کی تمام مخلوقات پر ملکیت ثابت ہو گئی

یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو ہر شئے کا اختیار عطا فرما دیا ہے۔ نفع کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں۔ نبوت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں دوزخ کی کنجیاں گویا ہر شئے کی کنجیاں محبوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیئے ہیں۔ اور نبوت کے معنے ہی یہی ہیں۔ کہ علمِ غیب کا جاننا — تو

مطلب یہ ہوا۔ کہ علمِ غیب کی کنجیاں حضور علیہ السلام کو عطا ہوئی ہیں۔ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے۔ جسے جتنا چاہیں عطا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرے محبوب علیہ السلام، لوگوں کو غیب کے بتانے میں بخل نہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو کان و ما یکون کا سارا علمِ غیب عطا فرمایا ہے اور اختیار بھی عطا فرمایا ہے۔ کہ جسے جتنا چاہیں عطا فرمائیں۔

قصیدہ بردہ میں ہے :—

فَاِن مِن جودك الدنيا وضرتها ومن علومك عِلمُ اللوح والقلم: یعنی دنیا و آخرت آپ ہی کے کرم سے

ہے۔ اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم کا بعض حصّہ ہے۔

شرح قصیدہ بردہ مصنفہ علامہ ابراہیم بیجوری میں اس شعر کے نیچے ہے۔ :-

فان قیل اذا کان علم اللوح والقلم بعض علومہٖ علیہ السلام فما البعض الآخر اُجیب بانّ البعض الاخر ھُو ما اخبرہُ اللہ تعالیٰ من احوال الآخرۃِ لان القلم انما کتب فی اللوح مَا ھُوَ کائن الیٰ یوم القیٰمۃ = یعنی

اگر کہا جائے کہ جب لوح و قلم کا علم حضور علیہ السلام کے علوم کا بعض حصّہ ہوا۔ تو دوسرے بعض کون سے علوم ہیں۔ جواب دیا جائیگا۔ کہ وہ بعض آخرت کے حالات کا علم ہے۔ جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو دی۔ کیونکہ قلم نے تو لوح میں وہی لکھا ہے۔ جو قیامت تک ہونے والا ہے :

ملا علی قاری حل العقدہ شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے نیچے فرماتے ہیں :-

وکون علومھما من علومہٖ علیہ السّلام ان علومہٗ تتنوعُ اِلیٰ الکلیاتِ والجُزئیات وحقائق و معارف وعوارف تتعلق بالذّات والصفات وعلمھما یکون نھراً مِن بحورِ علمہٖ وحرفا من سطورِ علمہٖ = یعنی

لوح و قلم کے علم حضور علیہ السلام کے علوم کے بعض اس لئے ہیں۔ کہ حضور کے علم منقسم ہیں۔ جزئیات اور کلیات اور معرفت اور ان معرفتوں کی طرف جن کا تعلق ذات اور صفات سے ہے۔ لہذا لوح و قلم کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے دریاؤں کی ایک نہر ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے علم کی سطروں کا ایک حرف ہے۔

امام بوصیری صاحب اپنے دوسرے قصیدہ ام القرٰی میں فرماتے ہیں:۔

وسع العالمین علمًا وّحلیمًا۔ فھو بحرٌ لم تعیھا الاعیاءٌ = یعنی حضور علیہ السلام نے اپنے علم و اخلاق سے جہانوں کو گھیر لیا۔ پس آپ ایسے سمندر ہیں۔ کہ انکو گھیرنے والے نہ گھیر سکے۔

شیخ سلیمان جمل اس شعر کی شرح فتوحات احمدیہ میں فرماتے ہیں:۔

ای وسع علمہٗ علوم العالمین الانس والجن والملٰئکۃ لان اللہ تعالیٰ اطلعہٗ علی العالم کلہٖ فعلم علم الاوّلین والاٰخرین وما کان وما یکون وحسبک علمہٗ عِلمُ القراٰن وقد قال اللہ تعالیٰ مَا فرطنا فی کتابٍ من شیٔ = یعنی آپکا علم تمام جہانوں یعنی جن انسان اور فرشتوں کے علم کو گھیرے ہوئے ہے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے آپکو

تمام عالم پر خبردار فرمایا۔ پس اگلے پچھلوں کا علم سکھایا اور ماکان و ما یکون بتایا۔ اور حضور علیہ السلام کے علم کے لئے علم قرآن کافی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی =

امام ابن حجر مکی اس شعر کی شرح افضل القریٰ میں فرماتے ہیں :—

لان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی العالم فعلم الاولین والاخرین وما کان وما یکون = یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کو تمام جہانوں پر خبردار فرمایا۔ پس آپ نے اوّلین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا۔ اس کو جان لیا۔

امام بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

وکلہم من رسول اللہ ملتمس ۔ غرفاً من البحر اور رشفاً من الدیم = یعنی۔

تمام رسول حضور علیہ السلام سے لینے والے ہیں۔ سمندر سے ایک چلّو یا تیز بارش سے ایک چھینٹا =

علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں اس شعر کے ماتحت فرماتے ہیں :—

ان جمیع الانبیاء کل واحد منہم طلبوا واخذ والعلم من علمہ علیہ سلام الذی کالبحر فی السعۃ والکرم من کرمہ علیہ السلام

مُفیضۃٌ وھم مُتفاضون لانہٗ تعالیٰ خلق ابتداءً روحہٗ علیہ السّلام ووضع علوم الانبیاءِ وعلم ماکان وما یکون ثم خلقہُم فاخذوا علومھم منہ علیہ سلامٗ ۔ یعنی =

ہر نبی نے علم حضور علیہ السلام کے اُس علم سے مانگا۔ اور لیا جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے۔ اور سب نے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس کرم سے کرم حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام فیض دینے والے ہیں۔ اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اوّل حضور کی روح مبارک پیدا فرمائی۔ پھر اُس روح میں نبیوں کے۔ اور ما کان وما یکون کے علوم رکھے۔ پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا۔ پس ان سب نے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لئے ؀

مولانا بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی علیہ الرحمۃ خطبہ میرزاہد رسالہ میں فرماتے ہیں۔

علمہٗ علوم ما اقتوی علیہ العلم الاعلیٰ وما ستطاع علیٰ احاطتہا اللوح الارض کم یلد الدھر مثلہٗ من الازل ولم یولد الی الابد فلیس لہٗ من فی السمٰوٰت والارض کفواً احد = یعنی حضور علیہ السلام کو رب نے وہ علم سکھائے۔ جن پر علمِ اعلیٰ بھی مشتمل نہیں۔ اور جس کے گھیرنے پر لوح محفوظ قادر

نہیں۔ نہ تو آپکی مثل زمانے میں پیدا ہوئی ازل سے اور نہ ابد تک اور زمینوں و آسمانوں میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

لہذا آیات و احادیث اور اقوالِ آئمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کو تمام علومِ غیوب عطا فرمائے ہیں۔

کسی عاقل مسلمان کو حضور علیہ السلام کے علم میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ ہاں تعجب ہے ان منکروں پر جو حضور علیہ السلام کے علمِ غیب سے انکار کرتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی توہین کر کے اپنا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے دوزخ میں بنا رہے ہیں۔ منکر بتائیں۔ کہ وہ اپنے انکار پر کیا دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ جو نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور نہ نقل سے۔ نیک اعمال تو جب کارآمد ہیں۔ کہ انسان کا ایمان صحیح ہو۔ اور اگر مومن ہی نہیں تو وہ جس قدر نماز پڑھے، قرآن پڑھے، کتابیں پڑھے، حج کرے یا زکوٰۃ وغیرہ دے۔ اللہ تعالےٰ کے دربار میں مقبول نہیں۔ جبکہ اُس کا عقیدہ صحیح نہ ہو۔ اور جو شخص حضور علیہ السلام کی توہین کرتا ہے۔ اور اس کے علمِ کمال میں نکتہ چینی کرتا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو عیب لگاتا ہے۔ وہ مسلمان نہیں۔ جس کام کو وہ عبادت سمجھ کر کرتا ہے۔ وہ اس کے واسطے لعنت اور بلا و عذاب بن جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی دائمی قدیمی ذاتِ پاک

ایک ہے۔ وہ کسی مخلوق کا محتاج نہیں اور نہ ہی اُس کو کسی مخلوق کی ضرورت ہے۔ مہربانی سے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا روح مبارک پیدا فرمایا۔ وہ روح پاک ایک تنہا اللہ تعالے کا مخلوق تھا۔ تو اب یہ کس کو معلوم ہے۔ کہ کتنے کروڑہا سال وہ روح پاک اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایک تنہا رہا ہے۔ یہ تو معلوم ہے۔ کہ ہر جنس کو جنس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کیونکہ حضور علیہ السلام مخلوق ہیں۔ ان کو مخلوق کی ضرورت تھی۔ تو اللہ تعالےٰ عزّ وجل نے یہ تمام مخلوقات دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے۔ آخرت اور آخرت میں جو کچھ ہے۔ سب حضور علیہ السلام کی خاطر پیدا فرمائے ہیں۔ تو حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی ہر شئے کے مالک و مختار ہیں۔ یہی مضمون اسی کتاب میں احادیث و تفاسیر سے خوب ثابت ہو چکا ہے۔

جب حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کا مالک بنا دیا ہے۔ تو ہر شئے حضور علیہ السلام کے پیش نظر ہے۔ لوح محفوظ کا سارا علم حضور علیہ السلام کے علم کا بعض حصہ اسلئے ہے۔ کہ لوح محفوظ میں تو صرف وہی لکھا ہے۔ کہ جب سے دنیا بنی ہے۔ اور اس میں جو ہونے والا ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کا علم بھی عطا فرمایا ہے۔ کیونکہ دُنیا و آخرت اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب کی خاطر ہی تو پیدا فرمائے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ ان کا علم حضور علیہ السلام کو نہ ہو۔ جاننا چاہیئے۔ کہ منکروں کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے

جس سے حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کا انکار ثابت ہو۔ بغیر ان آیتوں اور احادیث جن کا ذکر آگے آتا ہے۔ جن آیتوں اور احادیث کا مطلب یہ منکر غلط بیان کرتے ہیں۔ خود تو گمراہ ہیں۔ اور مسلمانوں کو غلط بیان کر کر کے گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی خاطر ان گمراہوں کے ہر شر سے مسلمانوں کو پناہ عطا فرمائے۔ سارے قرآن شریف میں اور تمام احادیث میں کسی جگہ اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں نے اپنے محبوب علیہ السلام کو علمِ غیب نہیں دیا۔ اور محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علمِ غیب عطا نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی عطا فرمائے گا۔ منکر جن آیتوں سے حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی کی دلیل پیش کرتے ہیں :-

آیت ۱۸۸ پارہ ۹ سورۃ الاعراف :-

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ = یعنی آپ فرما دیجئے۔ کہ میں ذاتی اپنے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔ اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا۔ کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

آیت ۵۰ پارہ ۷ سورۃ الانعام :-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ :- یعنی آپ فرما دیجئے۔ کہ میں تم سے نہیں کہتا۔ کہ میرے پاس خزانے خدا تعالیٰ کے ہیں۔ اور نہ میں یہ

کہتا ہوں۔ کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

آیت ۴۳ :

وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ ط یعنی

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ کوئی نہیں جانتا اُن کو

مگر وہی جانتا ہے۔

آیت ۴۴ پارہ ۲۰ سورۃ النمل :-

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ

اِلَّا اللّٰہُ ط = یعنی تم فرما دیجئو۔ کہ خود غیب نہیں

جانتے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ مگر اللہ۔

آیت ۴۵ پارہ ۲۱ سورۃ لقمان :-

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ

مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ

غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ

اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ، = یعنی

بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا

ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے۔

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

یا اس قسم کی اور آیتیں جو بھی قرآن پاک میں ہیں۔ ان

سب کا مطلب تفاسیروں نے صاف بیان فرمایا ہے۔ جس

سے حضور علیہ السلام کے علمِ غیب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

تفاسیر نیشا پوری، تفاسیر بیضاوی، تفاسیر کبیر، تفاسیر خازن تفاسیر عرائس البیان، تفاسیر مدارک، تفاسیر روح البیان، تفاسیر جلالین، تفاسیر صاوی، تفاسیر عنایت القاضی، تفاسیر نمو ذرج جلیل وغیرہ میں ثابت ہے۔ کہ اس قسم کی آیتوں کا مطلب علم غیب ذاتی کی نفی ہے۔ یا کل علم کی نفی ہے۔ یعنی جب حضور علیہ السلام کی روح مبارک پیدا نہ ہوئی تھی۔ اُس کے پیدا ہونے سے پہلے علم کی نفی ہے۔ یا یہ کلام تواضع اور انکسار کے طور پر بیان فرما دیا گیا ہے۔ یا یہ کہ میں علمِ غیب کا دعویٰ نہیں کرتا۔

آیت ۴۶ قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ = یعنی

تم فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا۔ کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

تفاسیر نیشا پوری اس آیت کے نیچے ہے:۔

یحتمل اَنْ یَّکُوْنَ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ عطفاً علٰی الَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ اَیْ قَالَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ فَیَکُوْنُ فِیْهِ دَلَالَۃٌ عَلٰی اَنَّ الْغَیْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔

یعنی۔ اس آیت میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ لَآ اَعْلَمُ کا عطف لَآ اَقُوْلُ پر ہو۔ یعنی اے محبوب فرما دو۔ کہ میں غیب نہیں جانتا۔ تو اس میں دلالت اس پر ہوگی۔ کہ غیب بالاستقلال

یعنی ذاتی۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔
نیز فرمایا:۔
اَیْ لَا اَدَّعِیْ لِنَفْسِیْ قُدْرَۃً عَلٰی کُلِّ الْمَقْدُوْرَاتِ وَالْعِلْمِ بِکُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ: یعنی
میں تمام مقدورات پر قدرت رکھنے اور تمام معلومات کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرتا۔

تفسیر مدارک ع ۳۲ یہی آیت

وَمَحَلُّ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ النَّصَبُ عَطْفًا عَلٰی مَحَلِّ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ لِاَنَّہٗ مِنْ جُمْلَۃِ الْقَوْلِ کَاَنَّہٗ قَالَ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ ھٰذَا الْقَوْلَ وَلَا ھٰذَا الْقَوْلَ۔ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ
کا اعراب زبر ہے۔ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ کے محل پر عطف کی وجہ سے کیونکہ یہ بھی کہی ہوئی بات میں سے ہے۔ گویا آپ نے یوں فرمایا۔ کہ میں تم سے نہ یہ کہتا ہوں۔ اور نہ یہ۔

تفسیر روح البیان، یہی آیت:

عَطْفٌ عَلٰی عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ وَلَا مَذْکُوْرَۃٌ لِلنَّفْیِ اَیْ وَلَا اَدَّعِیْ اِنِّیْ اَعْلَمُ الْغَیْبَ مِنْ اَفْعَالِہٖ تَعَالٰی عَلٰی اَنَّھَا عِنْدِیْ وَلٰکِنْ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ فَمَنْ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ اللّٰہِ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَقَدْ اَخْطَاءَ فِیْمَا اَصَابَ: یعنی
اس کا عطف عندی خزائن اللہ پر ہے۔ اور لا زائد ہے۔ نفی کی یاد دلانے والا یعنی میں یہ دعویٰ نہیں کرتا۔ کہ خدا کے افعال میں غیب جانتا ہوں۔ اس بنا پر کہ خزانے اللہ میرے پاس

تو ہیں۔ مگر میں تم کو یہ نہیں کہتا۔ تو جو شخص یہ کہے۔ کہ نبی اللہ غیب نہیں جانتے تھے۔ وہ غلطی پر ہے۔ اس آیت میں جس میں یہ مضمون تھا۔

ان تفاسیر سے خوب ثابت ہوا۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے بھی ہیں۔ اور علم غیب بھی ہے۔ مگر وہ منکروں کو نہیں بتاتے۔ یہ تو احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں کی کنجیاں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں۔

محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ تمام روئے زمین کی کُنجیاں مجھے عطا ہوئی ہیں۔

اُتِیتُ مَفَاتِحَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ نفع کی کنجیاں، نصرت کی کُنجیاں نبوت کی کُنجیاں، ہر شئے کی کُنجیاں اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیئے ہیں۔ تو علمِ غیب کا کیا پوچھنا جب نبوت کے معنے ہی یہی ہیں۔ کہ علمِ غیب کا جاننا اور نبوت کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیئے، اور حضور کو اختیار عطا فرما دیا ہے۔ کہ اس خزانۂ علمِ غیب سے جسے جتنا چاہیں عطا فرما دیں۔

آیت ۷ :-

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚ

یعنی آپ فرما دیجئے۔ کہ میں ذاتی اپنے نفع نقصان کا اختیار

نہیں رکھتا۔ مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ۔ اور اگر میں غیب جان لیا کرتا۔ تو یوں ہوتا۔ کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

صادی حاشیہ جلالین میں ہے۔ یہی آیت :-

اِنْ قُلْتَ اَنْ هٰذَا یَشْکُلُ مَعَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ اَنَّہٗ اُطْلِعَ عَلٰی جَمِیْعِ مُغَیَّبَاتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ = فالجواب = اَنَّہٗ قَالَ ذٰلِکَ تَوَاضُعًا = یعنی

اگر تم کہو کہ یہ آیت گذشتہ کلام کے خلاف ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کو تمام دینی و دنیوی غیبوں پر مطلع کر دیا گیا۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ یہ کلام لا اعلم الغیب بطور انکسار فرمایا ہے۔

تفسیر خازن میں جمل حاشیہ جلالین سے اسی آیت کے ماتحت نقل کیا۔ :-

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخبرالنبی علیہ السلام عن المغیبات قَدْ جَاءَتْ احادیث فی الصحیح بذٰلک وھو من اعظم معجزاتہ فکیف الجمع بینہ و بین قولہ لو کنت اعلم الغیب قلت یحتمل ان یکون قالہ تواضعًا وادبًا والمعنیٰ لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہُ علیہ ویُقدرہ لی = یعنی

پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت سے غیبوں کی خبر دی ہے۔ اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیح وارد ہیں۔ اور علم غیب تو حضور علیہ السلام کا بڑا معجزہ ہے۔ تو ان باتوں میں اور اس آیت میں کہ لو کنت اعلم الغیب مطابقت

کس طرح ہوگی. تو میں کہوں گا. کہ یہاں احتمال یہ ہے. کہ یہ کلام انکسار کے طریقہ پر فرمایا ہو تو اسکے معنی یہ ہیں. کہ میں غیب نہیں جانتا. بغیر خدا کے بتائے سے.

نسیم الریاض میں زیر اس آیت:

قولہ ولو کنت اعلم الغیب فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ علیہ السلام باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقیق بقولہ تعالیٰ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسل:

یعنی علم غیب کا ماننا اس آیت کے منافی نہیں. کہ ولو کنت اعلم الغیب الایۃ کیونکہ نفی علم بغیر واسطہ کے ہے. لیکن حضور علیہ السلام کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے یہ امر واقع ہے. رب تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ فلا یظہر علیٰ غیبہ الایۃ یہ کل معلوماتِ الٰہیہ جاننے کی نفی ہے. کُل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً:

اس کی تفسیر اسی آیت نے خود فرمائی ہے.

فرمایا الا ماشاء اللہ: یعنی میں اپنے نفع نقصان کا بذاتِ خود مالک نہیں. مگر ہاں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا مجھے عطا فرمایا۔

معلوم ہوا. کہ اللہ تعالیٰ نے تو نفع بھی عطا فرمایا ہے. اور خیر بھی عطا فرمائی ہے. سب کچھ عطا فرمایا ہے. اس کا اللہ تعالیٰ گواہ ہے. ملائک گواہ ہیں. زمین گواہ ہے. آسمان گواہ ہیں. جن

گواہ ہیں۔ انسان گواہ ہیں۔ عالم گواہ ہیں۔ جہان گواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے محبوب ہیں نے آپکو رحمت اللعٰلمین بنا کر بھیجا ہے۔ تو حضور علیہ السلام سرتا پا رحمت ہی رحمت ہیں۔ اور تمام عالموں کو رحمت پہنچانے والے ہیں۔ یہاں حضور علیہ السلام کو خیر اور نفع عطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور علیہ السلام تو خود تمام مخلوقات کو خیر اور نفع عطا فرمانے والے ہیں۔

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ

اس سے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ حضور علیہ السلام کے علم غیب میں نکتہ چینی کرتے تھے۔ ان کو محبوب علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جان لو اگر مجھے خیر کثیر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ تو علم غیب بھی عطا فرمایا ہے۔ خیر کثیر کس شئے کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ یعنی اے محبوب ہم نے آپکو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ (اللہ تعالیٰ نے تمام دنیاوی سامانوں کو قلیل فرمایا ہے۔ مگر جو محبوب علیہ السلام کو دیا ہے۔ وہ کثیر نہیں۔ اکثر نہیں بلکہ) کوثر ہے۔ یعنی بہت ہی زیادہ :

نیز فرمایا اللہ تعالیٰ نے :-

مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا = یعنی جس کو میں نے حکمت عطا فرمائی۔ پس تحقیق اُس کو ہم نے خیر کثیر عطا فرمائی۔

لہذا تعجب ہے۔ اِن منکروں پر جو دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں۔ اور

قرآن شریف کے آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ غلط بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

آیت وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ یعنی

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی۔ ان کو وہی جانتا ہے۔

تفاسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ :-

لِاَنَّ اللّٰہ تعالیٰ لما کان عٰلما بجمع المعلومات عبر هٰذ المعنیٰ بهٰذ العبارة وعلے التفسير الثانی یکون المعنیٰ وعنده خزائن الغیب والمراد منه القدرة الکاملة علے کل الممکنات :- یعنی

کیونکہ رب تعالیٰ جب تمام معلومات کا جاننے والا ہے۔ تو اس معنے کو اس عبارت سے بیان کیا۔ اور دوسری تفسیر پر اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نزدیک غیب کے خزانے ہیں۔ اور اس سے مراد ہے۔ ہر ممکن چیز پر قدرتِ کاملہ =

تفسیر ۳۴ = عنایت القاضی یہ ہی آیت :-

وجه اختصاصها به تعالیٰ انه لا یعلمها کما هِیَ ابتداءً الّا هُوَا = یعنی

ان غیب کی کنجیوں کے خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جیسی وہ ہیں۔ اسی طرح ابتداءً خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ذاتی کوئی

نہیں جانتا =

تفسیر ۳۵ عرائس البیان :۔

قال الحریری لا یعلمہا الا ھو ومن یطلعہ علیہا من خلیلٍ وحبیبٍ ای لا یعلمہا الاوّلون والآخرون قبل اظہارہ تعالیٰ ذالک لھم = یعنی حریری نے فرمایا۔ کہ ان کنجیوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور سوائے ان محبوبوں کے، جن کو اللہ تعالیٰ خبردار کرے کوئی نہیں جانتا۔ یعنی ان کو اگلے پچھلے اللہ کے ظاہر فرمانے سے پہلے نہیں جانتے۔ =

حدیث ۴۸ :۔

ابو نعیم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں۔ جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے۔ میں نے دیکھا۔ کہ گوہرِ شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں۔ اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔ کہ :۔

قبض محمدٌ علی مفاتح النصرت و مفاتح الریح و مفاتح النبوۃ = یعنی نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں سب پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا

حدیث ۴۹ :۔

امام احمد اپنی مسند بسندِ صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی = حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:—

اوتیت بمقالید الدنیا علیٰ فرس ابلق جاءنی بہ جبرائیل علیہ السلام قطیفۃ من سندس۔

یعنی

دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں۔ جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے۔۔۔۔۔ اس پر نازک ریشم کا زین پوش با نقش و نگار پڑا تھا۔

حدیث ۵۰ :—

امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :—

اُوتیت مفاتیح کُلّ شیءٍ الّا الخمس ۔ یعنی مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ سوا ان پانچ کے۔ یعنی غیوب خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں :—

ثم اعلم بہا بعد ذالک = یعنی پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئے۔ ان کا علم بھی عطا فرما دیا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ان غیوب خمسہ کی ولیوں کو عطا فرمانے

کی اجازت مل گئی۔ ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تو یہ تمام علوم اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے اس وقت عطا ہوئے ہیں۔ جب محبوب علیہ السلام کی روح مبارک پیدا ہوئی۔ اور یہاں یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ ہر شئے کی کنجیاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ تو علم غیب کا کیا پوچھنا۔

آیت ع۴۸ :-

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰہُ = یعنی

آپ فرما دیجئے۔ خود غیب نہیں جانتے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ مگر اللہ =

تفاسیر ع۳۶ :- مدارک یہی آیت

والغیب مالم یقم علیہ دلیلٌ ولا اُطلع علیہ مخلوق = یعنی

اس سے وہ غیب مراد ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہ ہو۔ اور کسی مخلوق کو اُس پر مطلع نہ کیا گیا ہو۔

مطلب یہ ہے۔ کہ مخلوقات کے پیدا ہونے سے پہلے علم ذاتی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

تفسیر ع۳۷ :- نمودج جلیل میں اسی آیت کے نیچے ہے۔

معناہُ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم او جمیع الغیب = یعنی اس آیت کے معنی

یہ ہیں۔ کہ بغیر دلیل یا بغیر بتائے کے یا سارے غیب اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا

شرح شفا خفاجی میں ہے:۔

هٰذا لا ینافی الاٰیات الدالۃ علی انہ لا یعلم الغیب الّا اللہ فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ اما اطلاعہ علیہ باعلام اللہ فامرٌ محققٌ = یعنی یہ کلام ان آیتوں کے خلاف نہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ نفی بے واسطہ علم کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جاننا یہ ثابت ہے ۔

فتاویٰ امام نووی:۔

ما معنٰی قول اللہ لا یعلم من فی السمٰوٰت واشباہ ذالک مع انہ قد علم ما فی غدٍ والجواب معناہ لا یعلم ذالک استقلالًا والمعجزات والکرامۃ فحصلت باعلام اللہ لا الستقلالًا = یعنی آیت لا یعلم من فی السمٰوٰت وغیرہ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔ جواب اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ غیب کو مستقل طور پر ذاتی کوئی نہیں جانتا۔ لیکن معجزات اور کرامات، پس یہ رب کے بتانے سے حاصل ہوئے نہ بالاستقلال۔

آیت ۴۹:۔ اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ

وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي
نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ
تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ = یعنی

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ
اور جانتا ہے۔ جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے۔ اور کوئی جان
نہیں جانتی۔ کہ کس زمین میں مرے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ
جاننے والا بتانے والا ہے۔

تفسیر نمبر ۳۸ = صاوی آیت ماذا تکسب غداً کے ماتحت فرماتے ہیں۔

ای من حیث ذاتہا واما باعلام اللہ للغیر فلا
مانع منہ کالانبیاء و بعض الاولیاء قال تعالیٰ
ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء
قال تعالیٰ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ
من رسول فلا مانع من کون اللہ یطلع بعض
عبادہ الصالحین علیٰ غیبہ = بعض المغیبات
فتکون معجزۃ للنبی وکرامۃ للولی ولذلک
قال العلماء الحق انہ لم یخرج نبینا من الدنیا
حتیٰ اطلعہ علی تلک الخمس = یعنی

ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا۔ لیکن کسی بندے
کا، اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع
نہیں۔ جیسے انبیاء اور بعض اولیاء، رب نے فرمایا۔ کہ
یہ لوگ خدا کے علم کو نہیں گھیر سکتے۔ مگر جس قدر رب چاہے۔

اور فرمایا۔ کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا۔ سوائے برگزیدہ رسولوں کے = پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرمائے۔ تو کوئی مانع نہیں۔ پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگا۔ اسلئے علماء نے فرمایا۔ کہ حق یہ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہیں لے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو ان باتوں پر رب نے مطلع فرما دیا ؎

تفاسیر نمبر ۳۹ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت =

وما روی عن الانبیاء والاولیاءِ مِنَ الاخبار عن الغیوب = فبتعلیم اللہِ تعالیٰ اما بطریق الالهام والکشف وکذا اخبر بعض الاولیا عن نزول المطر واخبر عما فی الرحیم من ذکر وانثیٰ فوقع کما اخبر = یعنی

اور جو غیب کی خبریں انبیاء و اولیاء سے مروی ہیں۔ پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے۔ یا وحی یا الہام کے طریقے سے ہے۔ اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی۔ اور بعض نے رِحم کے بچے لڑکا یا لڑکی کی خبر دی۔ تو وہی ہُوا جو اُنہوں نے کہا تھا۔

تفاسیر نمبر ۴۰ عرائس البیان زیر آیت =

یعلم ما فی الارحام سمعت ایضًا من بعض الاولیاء انہ اخبر ما فی الرحم من ذکر و اُنثیٰ = ورئیت

بعینی ما اخبر ۔ یعنی
ہم نے بعض اولیاء کو سُنا۔ کہ انہوں نے پیٹ کے بچہ لڑکی یا لڑکے کی خبر دی۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ہی دیکھا۔ جس کی انہوں نے خبر دی تھی۔

آیت نمبر ۵۰ پارہ ۳۰

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ یعنی
آپ سے قیامت کو پوچھتے ہیں۔ کہ وہ کب کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔ تم کو اس کے بیان سے کیا تعلق طرف رب تیرے کے ہے۔ اس کے علم کی انتہا ۔

تفسیر نمبر ۴۱ مدارک یہی آیت ۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰهَا اَیْ لَمْ تبعث لِتَعْلَمَهُمْ بوقت السَّاعَةِ اِنَّمَا اَنْتَ ۔ یعنی
آپ اسلئے نہیں بھیجے گئے۔ کہ اُن کو قیامت کے وقت کی خبریں دیں۔ یعنی کفار کا یہ کہنا۔ کہ اگر آپ قیامت کی خبریں دیں تو آپ نبی ہیں۔ ورنہ نہیں۔
محض بیہودہ ہے۔ کیونکہ قیامت کی خبر دینا نبوت کے فرائض میں سے نہیں۔ نبی کے لئے تبلیغ احکام ضروری ہے۔

تفسیر نمبر ۴۲ مدارک یہی آیت ۔

قیل فیما انت من ذکرها متصلٌ بِاسوال ای یسئلونك عَنِ الساعةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا وَیقُوْلُوْنَ

این انت من ذکرٰھا ثم استانف فقال اِلیٰ ربک
یعنی اور کہا گیا ہے۔ کہ فیما انت سوال سے ملا ہوا ہے۔ یعنی
کفار ایسے پوچھتے ہیں۔ کہ قیامت کا قیام کب ہوگا۔ اور یہ بھی
کہتے ہیں۔ کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا۔ پھر رب تعالیٰ نے
اپنی بات شروع کی اِلیٰ ربک ۔ تیرے رب کی طرف سے۔
یعنی کفار نے پوچھا۔ کہ آپکو یہ علم کہاں سے ملا ہے۔ رب نے
فرمایا۔ کہ اللہ کی طرف سے ۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ آیت علمِ قیامت
کا ثبوت ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا علمها عند اللهِ
یعنی آپ سے ایسا سوال کرتے ہیں گویا کہ آپ بحث کرنے والے ہیں
اُن سے آپ فرما دیجئے۔ سوا اس کے نہیں۔ کہ علم اس کا نزدیک
اللہ تعالیٰ کے ہے۔

تفسیر صاوی۔ یہی آیت ۴۲

وَالَّذِیْ یجب الایمان بہ ان النبی علیہ السلام
لم ینتقل من الدنیا حتّٰی اَعْلَمَہ اللہ جمیع
المغیبات التی تحصل فی الدنیا والاٰخرۃ فھو یعلم
ھا کما ھی عین یقینٍ لما ورد رفعت الی الدنیا
فانا نظر فیھا کما نظر الی کفی ھٰذہ وَوَرَدَ انّہٗ اطلع
اِلَی الجنّۃ وما فیھا والنّار وما فیھا وغیر ذٰلک مِمّا
تواترت الاخبار ولٰکن اُمِرَ بکتمان بعضھا۔ یعنی
جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ نبی علیہ السلام

دنیا سے منتقل نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ غیب چیزیں بتادیں۔ جو دنیا اور آخرت میں ہوں گی۔ جس طرح کہ وہ ہیں۔ عین یقین، کیونکہ حدیث میں آیا کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی۔ پس ہم اس میں اسطرح نظر کر رہے ہیں۔ جیسے اپنے اس ہاتھ میں۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ ہم کو جنت اور وہاں کی نعمتوں اور دوزخ اور وہاں کے عذابوں پر اطلاع دی گئی۔ اور متواتر خبریں۔ لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

آیت ۵۱ :-

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ الآیہ

تفسیرات ۴۳ احمدیہ اس آیت کے نیچے ہے :-

وراك ان تقول ان علم ھٰذِہ الخمسۃ واِنْ لاتعلمھا احداً اِلّا اللّٰہ لکن یجوز ان یعلمھا من یشآء من محبۃ واولیاءِہ بقرینۃ قولہٗ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ = بمعنی المخبر یعنی اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ ان پانچ باتوں کو اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن جائز ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھائے: اس قول کے قرینے سے کہ اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ (خبیر بمعنی مخبر) =

آیت نمبر ۵۲ :-

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ۝

یعنی رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ انسانیت کی جان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کیا۔ ماکانَ وما یکون کا انکو بیان سکھایا۔

تفسیر خازن نمبر ۴۸ = اسی آیت کے متعلق ہے۔

قیل المراد بالانسان محمدٌ صلے اللہ علیہ وسلم علمہ البیان = یعنی

بیان ماکان وما یکونَ لانہٗ علیہ السلام نبیٔ عن خبر الاولین والاخرین وعن یوم الدین = یعنی کہا گیا ہے۔ کہ انسان سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ ان کو اگلے پچھلے امور کا بیان سکھا دیا گیا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کو اگلوں اور پچھلوں اور خاص قیامت کے دن کا علم دیا گیا ہے ؛

حدیث نمبر ۵۱ = مشکوٰۃ عبد الرحمٰن بن عائش سے روایت ہے۔

رئیتُ رَبّی عزوجل فی احسن صورۃٍ فوضع کفہ بین کتفیَّ فوجدت بردھا بین ثدیَیَّ فعلمت مافی السمٰوٰت وَالْاَرْضِ = یعنی

ہم نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ رب تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت ہمارے سینہ پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی۔ پس تمام آسمان و زمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔

اس حدیثِ پاک نے دو باتیں بتائیں۔ ایک یہ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے بچشم سر بیداری شبِ معراج رب تعالیٰ کو دیکھا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ عزّوجل نے تمام علوم محبوب علیہ السلام کو عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا جس آنکھ کو اللہ تعالیٰ عزّوجل کا دیدار

نصیب ہوا ہو تو اُس سے مخلوق کا حال کیسے چھپا رہے۔ یہ تو
صرف ایک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ
نے طاقت بخشی ہے۔ بغیر محبوب علیہ السلام کی تمام مخلوقات
میں کسی کو بھی بچشمِ سر بیداری دنیا میں دیدار نہیں ہوگا۔

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں فرماتے ہیں :۔

لِاَنَّ اللہ تعالیٰ اطلعہٗ علی العالم فعلم الاولین والاٰخرین
وما کان وما یکون ۔ یعنی

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام جہانوں پر خبردار
فرمایا۔ پس آپ نے اولین و آخرین کو اور جو کچھ ہو چکا اور
جو کچھ ہوگا۔ سب کو جان لیا۔ ٭

مواہب اللدنیہ القسم الثانی :۔

فیما اخبر بہٖ علیہ السلام من الغیوب میں ہے :

لاشک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہٗ علی ازید من ذالک
والقٰی علیہ الاولین والاٰخرین ۔ یعنی

اس میں شک نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام
کو اس سے بھی زیادہ علم پر اطلاع دی۔ اور آپ پر
اگلوں پچھلوں کا علم پیش کر دیا۔

ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں :۔

لم یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد
ان اعلمہ اللہ بھٰذہٖ الامور الخمسۃ ۔ یعنی
حضور علیہ السلام دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ مگر اس

کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ان پانچوں چیزوں کا علم بتادیا۔
امام قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں۔
لَا یَعْلَمُ مَتیٰ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا اللّٰہُ وَاِلَّا مَنِ ارْتَضیٰ
من رسول فانہ یطلعہ علیٰ غیبہ والولی تابع لہ
یاخذ عنہ = یعنی
کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔ سوا اللہ کے اور
پسندیدہ رسول کے۔ کیونکہ رب تعالیٰ اُسکو اپنے غیب پر
مطلع فرماتا ہے۔ اور ان کا تابع ولی ہے۔ ان سے وہ
علمِ غیب لیتا ہے۔

قرآنِ پاک، احادیث شریف۔ تفاسیر اور اقوالِ ائمہ وغیرہ ہر طرح
سے خوب ثابت ہوا۔ کہ جب سے دنیا بنی ہے۔ اور جب تک
رہے گی۔ ہر ذرہ ذرہ وقطرہ قطرہ اور غیوبِ خمسہ جن کا
آیات میں ذکر ہے۔ اور ان سے بہت زیادہ علوم، جن تک
عقل و حواس کی رسائی نہیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ نے اپنے
محبوب علیہ السلام کو عطا فرما دیئے ہیں۔ اس میں کسی مومن
کو کسی قسم کا شک نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ
اللہ تعالیٰ عز وجل نے اپنے محبوب کو اجازت عطا فرمادی۔
کہ جس غیب کو جس شخص [illegible] عطا فرمانا چاہیں۔ عطا فرمائیں۔
اور جس سے پوشیدہ رکھنا چاہیں پوشیدہ رکھیں۔ حضور کی
مرضی ہے۔ مگر ہاں ہمارے پاس منکروں کا کوئی علاج نہیں۔
منکر تو حضور علیہ السلام کو اس دنیا میں نبوت ملنے کے بعد

عِلمِ غیب عطا ہونے سے بھی انکاری ہیں۔ مگر یہاں تو دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے محبوب علیہ السلام کی روحِ پاک کو نبوت اور عِلمِ غیب عطا ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ اس کا ثبوت آگے اسی کتاب میں آ رہا ہے۔ اور پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔

مدارج النبوت میں ہے۔ کہ سارے پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کی خوشخبری دی۔ نیز تفسیر عزیزی میں ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ کہ میرے محبوب پر دس بار درود شریف بھیجو۔ تب حوا علیہ السلام کو ہاتھ لگانا۔ کیونکہ میں نے آپ کو اور تمام دنیا کو ان کی خاطر پیدا فرمایا۔

قرآنِ پاک پارہ نو۹ میں ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام سّتر آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوئے۔ اور اس کے قوم کے آدمیوں کو جب زلزلہ وغیرہ نے پکڑا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی نیکی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں نیکی ان لوگوں کو ضرور عطا فرماؤں گا۔ جو پرہیزگار ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور میری نشانیوں کے ساتھ ایمان لے آتے ہیں۔ اور ایمان لے آنے والے لوگوں کی نشانی یہ ہے:۔ کہ وہ پیروی کرتے ہیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کہ جن کو انہوں نے لکھا ہوُا پایا۔ توراۃ میں اور انجیل میں جو انہیں بُرائیوں سے بچاتا ہے۔

اور حلال فرماتا ہے۔ واسطے ان کے پاک چیزیں اور حرام فرماتا ہے۔ اوپر ان کے ناپاک چیزیں۔ اور اُتارتا ہے ان کے بوجھ۔ اور ان کے طوق، پس جو لوگ ایمان لائے ساتھ اُس کے اور اُنکی حمایت کرتے ہیں۔ اور ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور پیروی کرتے ہیں۔ اُس علم کی جو ہیں نے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا۔ یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے۔ اگر اتنے بیان سے بھی منکروں کو سمجھ نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اسی جگہ فرمایا۔ کہ آپ خود فرما دیجئے :-

آیت ۵۳ قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝

یعنی = آپ فرما دیجئے۔ اے لوگو تحقیق میں رسول اللہ کا ہوں طرف تمہاری سب کی ٭ پارہ ۲۸ ٭ عیسٰے علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ میں تم کو اُس رسول کے نبوت کی خبر دیتا ہوں۔ جس کا نام احمد ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ محبوب علیہ السلام تمام پیغمبروں کے نبی ہیں۔ تو یہ نبوت روحانی ہے۔ حضور علیہ السلام کی روح مبارک کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی ہے۔

آیت ۵۴ پارہ ۶ :-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝

یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا۔ اور روشن کتاب۔

تفسیر ۴۵ جلالین اسی آیت کے نیچے ٭

هُوَ اَنْوَارُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی نور سے مُراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے ٭

تفسیر ۴۶: ابن عباس تنویر المقباس میں اسی آیت کے نیچے ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ رَسُوْلٌ۔ یعنی مُحَمَّدٌ: یعنی تمہارے پاس نورِ رسول یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

تفسیر ۴۷: روح البیان اسی آیت کے متعلق ہے

وقیل المراد بالاوّل ھو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن: یعنی کہا گیا ہے۔ کہ اول یعنی نور سے مراد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور کتاب سے قرآنِ پاک ہے۔

حدیث نمبر ۵۲: امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امامِ اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد، اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاد، حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اخبرنی عن اول شیءٍ خلقه اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یاجابر اِنَّ اللّٰہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذٰلك النور یدور بالقدرۃ حیث لیشاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذٰلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا مَلك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس

فلما ارد اللہ تعالیٰ ان یخلق الخلق قسم ذٰلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزاءً فخلق من الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملئکۃ ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء فخلق من الاول السمٰوت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار ثم الرابع اربعۃ اجزاء الحدیث بطولہٖ۔ یعنی

وہ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان مجھے بتا دیجئے۔ کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی۔ فرمایا اے جابر بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا۔ دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جمع کرنا چاہا۔ اُس نور کے چار حصے کئے۔ پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ الیٰ آخرالحدیث

حدیث ۵۳ احکام ابن القحطان میں حضرت امام زین العابدین سے انہوں نے اپنے والد امام حسن سے، انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی۔ کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ۱۴ ہزار سال پہلے رب کے حضور میں ایک نور تھے۔ اور پہلے کی کوئی حد نہیں۔ یہاں حضور علیہ السلام نے لوگوں کی سمجھ کے مطابق فرمایا۔ کہ دنیا کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک تنہا نور تھا۔

تفسیر ۴۸ روح البیان پارہ ۹ زیرِ آیت

یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْہَا: یعنی

محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو علمِ قیامت عطا ہونے کے بیان میں ہے۔ کہ دنیا کی کل عمر ستر ہزار سال ہے۔ یہ بروایت صحیح ثابت ہے۔ مگر محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے روح پاک کی پیدائش سوا اللہ تعالیٰ کے اور سوا اس کے محبوب کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ کتنے کروڑ ہا سال دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا روح پاک پیدا فرمایا۔

تفسیر روح البیان شریف میں لَقَدْ جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ کی تفسیر میں ہے۔ ایک بار حضور علیہ السلام نے حضرت جبرئیل سے پوچھا تمہاری عمر کتنی ہے۔ عرض کیا۔ کہ یہ تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک تارا ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا۔ اور اسے میں نے بہتر ہزار دفعہ چمکتے دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے جبرئیل قسم رب کی وہ تارا ہم ہی ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ یہ تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام اپنی عمر کا اندازہ پانچ ارب چار ہم کروڑ سال بتا رہے تھے۔ تو حضور علیہ السلام کے روح پاک کی عمر کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

جس وقت محبوب علیہ السلام کی روح پاک پیدا ہوئی ہے۔ اُس وقت جبرئیل علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اور نہ ہی کوئی اور مخلوق پیدا ہوئی تھی۔ اللہ کے اور اس کے محبوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کہ محبوب علیہ السلام کا روح پاک کتنے ارب اور کتنے کروڑ ہا سال اللہ تعالیٰ کی حضور میں اکیلا تنہا رہا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا۔ تو جبرئیل علیہ السلام بھی حضور کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور باقی تمام مخلوقات حضور علیہ السلام کے نورِ مبارک سے پیدا ہوئی ہے۔ تو اب حضور علیہ السلام کے روح پاک کی عمر کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ مگر ہاں یہ تو معلوم ہے۔ کہ نبوت اور علمِ ظاہر و غیب یہ سب حضور علیہ السلام کی روح پاک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ یہ ہم کو محبوب علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

حدیث ۵۴: مشکوٰۃ احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے عرباض ابنِ ساریہ سے روایت کیا۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔

حدیث ۵۵: ترمذی، امام احمد حاکم بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی کہ ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا۔ کہ یا رسول! آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

یہاں بھی محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی سمجھ کے مطابق ارشاد فرمایا۔ کہ میرے روح پاک کو آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت عطا ہوئی ہے۔ اور پہلے کی کوئی حد ہی نہیں۔ جیسے نبی پاک کے روح مبارک کی عمر کی کوئی حد نہیں۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے محبوب علیہ السلام کی روح پاک کو نبوت عطا ہونے کی بھی کوئی حد نہیں۔ مگر نبوت محبوب علیہ السلام کی روح مبارک کو عطا ہوئی ہے۔ اور ائمہ مفسرین نے ثابت کیا ہے۔ کہ نبوت کے معنی ہی یہی ہیں۔ کہ علم غیب کا جاننا ؛

امام قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں :-

النبوت ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر اٰی اطلعہُ اللہ علی الغیب ۔ یعنی

نبوت نبا سے متعلق ہے۔ جس کے معنی ہیں خبر۔ یعنی اللہ نے ان کو غیب پر خبردار فرمایا ۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علم غیب وغیرہ محبوب علیہ السلام کی روح پاک کو عطا فرمائے ہیں۔ اسلئے محبوب علیہ السلام کے علم تک عقلوں اور دماغوں کی رسائی نہیں۔

علامہ خرپوئی شرح قصیدہ میں فرماتے ہیں :-

ان جمیع الانبیاء کل واحد منھم طلبوا واخذ و العلم من علمہ علیہ السلام الذی کالبحر ۔ فی السعۃ والکرم من کرمہ علیہ السلام الذی

هو کالدیم لانہٗ علیہ السلام مفیضٌ وھم متقاصون لانہٗ تعالیٰ خلق ابتداءً روحہٗ علیہ السلام ووضع علوم الانبیاء وعلم ماکان ومَا یکون ثم خلقھم فاخذوا علومھم منہ علیہ السلام۔ یعنی

ہر نبی نے حضور علیہ السلام کے اس علم سے مانگا۔ اور لیا۔ جو وسعت میں سمندر کی طرح ہے۔ اور سب نے کرم حضور علیہ السلام کے اس کرم سے حاصل کیا جو تیز بارش کی طرح ہے۔ کیونکہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم فیض دینے والے ہیں۔ اور وہ نبی فیض لینے والے۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے پہلے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک پیدا فرمائی۔ پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان ومَا یکون کے علوم رکھے۔ پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا۔ پس ان سب نے اپنے علوم محبوب صلے اللہ علیہ وسلم سے لئے۔

لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے پہلے ہی سے اپنے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک کو یہ تمام علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور یہ طاقت بھی بخش دی۔ کہ تمام عالموں کو اپنی رحمت کا فیض پہنچائیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام .... رحمت اللعٰلمین ہیں۔

امام ربانی احمد بن محمد قطیب مواہب الدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں۔ :——

وموضع نفوذ الامر فلا ینفذ امرٌ الا منہ

ولا ینقل خیراً الا عنہ صلے اللہ علیہ وسلم الا
بابی من کان ملکا وسیداً وآدم بین الماءِ والطین فاقف
اذا اراد امراً لا یکون خلافہ ولیس لذلک الامر
فی الکون صارفٌ = یعنی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا. مگر حضور کے دربار سے. اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی. مگر حضور کی سرکار سے صلی اللہ علیہ وسلم خبردار ہو میرے باپ قربان ان پر جو بادشاہ سردار ہیں. اس وقت سے کہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے. وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا. تمام جہان میں کوئی ان کے حکم کو پھیرنے والا نہیں.
(صلے اللہ علیہ وسلم)

امام احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں:—

ھُوَ صلے اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ الاعظم الذی
جعل خزائن کرمہٖ وموائد نِعمہٖ طوع یدیہ وارادتہ
یعطی مَن یَّشَآءُ = یعنی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ عزّ وجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں. کہ حق جلّ وعلا نے اپنے کرم کے خزانے اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع ان کے ارادے کے زیرِ فرمان کر دیئے. جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں.
(صلے اللہ علیہ وسلم)

حدیث ۵۶: مشکوٰۃ کہ یہ پانچ غیب کوئی نہیں جانتا اسکی شرح امام قرطبی و امام عینی و امام قسطلانی شرح بخاری میں۔ اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں۔

فمن ادعیٰ علم شیٍٔ منہا غیر مسندٍ الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان کاذباً فی دعواہ۔ یعنی پس جو شخص ان پانچ غیوب میں سے کسی چیز کا دعویٰ کرے حضور علیہ السلام کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ یہ کیوں؟ اسلئے کہ یہ تمام علوم سب کو محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے رحمت کے علوم سے عطا ہوتے ہیں۔ اور اس شخص نے یہ نہ کہا کہ مجھے یہ علم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔

لہٰذا یہ شخص جھوٹا ہے۔ اور اگر محبوب علیہ السلام کی طرف نسبت کرتا۔ کہ مجھے یہ علم محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ملا ہے۔ تو پھر یہ شخص سچا ہوتا

درالمختار شروع کتاب الحج میں ہے:-

فرض الحج سنۃ تسع وانما اخرہ علیہ السلام بعشر لعذرٍ مع علمہ ببقاء حیاتہ لیکمل التبلیغ یعنی حج ۹ سنہ میں فرض ہوا۔ اور حضور علیہ السلام نے اسکو ۱۰ سنہ تک مؤخر فرمایا۔ کسی عذر کی وجہ سے، کیونکہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی پاک کے باقی رہنے کا علم تھا۔ تاکہ تبلیغ پوری ہو جائے۔

علم ظاہری ہو یا علم غیب، جس کو جو بھی ملتا ہے۔ محبوب علیہ السلام کی سرکار سے اور جس کو جو بھی نعمت عطا ہوتی ہے حضور علیہ السلام کے دربار سے۔ ملا علی قاری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں :—

علمه صلے الله علیه وسلم حاو لفنون العلم الی ان قال ومنها علمه بالامور الغیبة = یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم اقسامِ علوم کو حاوی ہے غیوب علم بھی حضور علیہ السلام کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

تفسیر ۲۹ روح البیان پارہ ۲۶ سورۃ فاتحہ زیر آیت ....
اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ہے :—

فَاِنَّهٗ لَمَّا کان اوّل مخلوقٍ خلقهُ الله کان شاهدًا بولحدانیت الحق وشاهدًا بما اخرج من العدم الی الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والارکان والاجساد والمعادن والنبتات والحیوانات والملك والجن وشیطن والانسان وغیرذالك لیلا یشذ عنه ما یمکن للمخلوقِ واسرار افعالهٖ وعجائبهٖ

یعنی چونکہ حضور علیہ السلام اللہ کی پہلی مخلوق ہیں اسلئے اس کی واحدانیت کے گواہ ہیں۔ اور اُن چیزوں کو مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ جو عدم سے وجود میں آئیں، ارواح، نفوس، اجسام، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتے، انسان اور جن وغیرہ۔ تاکہ آپ پر رب کے وہ اسرار عجائب مخفی نہ رہیں۔ جو کسی مخلوق کے لئے ممکن ہیں۔
اسی جگہ آگے چل کر فرماتے ہیں :—

فشاهد أخلقهٔ وماجریٰ علیہ من الاکرام والاخراج من الجنۃ بسبب المخالفۃ وما تاب اللہ علیہ الیٰ آخر ماجریٰ اللہ علیہ وشاھد أخلق الابلیس وماجریٰ علیہ ۔ یعنی

محبوب علیہ السلام نے حضرت آدم کا پیدا ہونا انکی تعظیم ہونا اور خطا پر جنت سے علیحدہ ہونا، پھر توبہ قبول ہونا آخر تک انکے سارے معاملات جو ان پر گذرے۔ سب کو دیکھا۔ اور ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اُس پر گذرا۔ اس کو بھی دیکھا۔

حیاۃ الاولیاء میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں :—

النظرُ فی اعمال امتہ والاستغفارُ لھُم من السیاتِ والدُعاء بکشف البلاء عنھم و لتردوا فی اقطار الارض والبرکۃ فیھا وحضور جنازۃ من صالحی اُمتہٖ فان ھٰذہٖ الاُمور من اشغالہ کما وردت بذالک الحدیث والاٰثار۔ یعنی

اپنی امت کے اعمال میں نگاہ رکھنا ان کے لئے گناہوں سے استغفار کرنا اُن سے رفع بلا کی دُعا فرمانا۔ طرف زمین میں آنا جانا اس میں برکت دینا اور اپنی امت میں کوئی صالح آدمی مرجائے تو اس کے جنازہ میں جانا۔ یہ چیزیں حضور علیہ السلام کا مشغلہ ہیں۔ جیسے کہ اس پر احادیث اور آثار آئے ہیں۔

تحفہ شریف میں زبور مقدس سے منقول ہے :—

یا احمد فاضت الرحمۃ علیٰ شفتیک من اجل ذٰلک ابارک علیک فتقلد السیف فان بہارک وحمدک

الغالب الی قولہ الامم یخزون لتحتك كتابٌ حقٌ جاء الله به من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلأت الارض من تحمید احمد وتقدیسه وملك الارض ورقاب الامم = یعنی

اے احمد رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، میں اسلئے تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی تلوار حمائل کر، کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے۔ سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی سچی کتاب لایا اللہ کی، برکت و پاکی کے ساتھ، مکہ کے پہاڑ سے بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اسکی پاکی بولنے سے احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمتوں کی گردنوں کا (صلے اللہ علیہ وسلم)۔

حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پھر امام قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ پھر علامہ شہاب الدین نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی، زرقانی شرح مواہب میں تفسیراً فرماتے ہیں:—

من لم یر ولایت الرسول علیه فی جمیع احواله ویر نفسهٗ فی ملکه لا یزوق حلاوة سنته = یعنی جو ہر حال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا ولی، اور اپنے آپ کو حضور کی مِلک نہ جانے۔ وہ سنتِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔ یعنی وہ سنت کا مخالف ہے۔

ہم ہر بات کو بار بار اسلئے لکھتے ہیں۔ کہ ہر شخص اچھی طرح سمجھ لے

مرکاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں :—

وقال الغزالی سلم علیہ اذا دخلت فی المسجد فانہ علیہ السلام یحضر فی المسجد :— یعنی

امام غزالی فرماتے ہیں. کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ. تو حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرو۔ کیونکہ وہ مسجدوں میں موجود ہیں.

شفا شریف میں ہے :—

اِنْ لَمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فقل السلام علیکم ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہِ تعالٰی وبرکاتہ :— یعنی

جب گھر میں کوئی نہ ہو. تو تم کہو کہ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں.

اس کے ماتحت ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں :—

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِی علیہ السلام حاضرٌ فی بیوت اھلِ الاسلام = یعنی

کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک مسلمانوں کے گھر میں حاضر ہے.

درمختار جلد اوّل میں ہے :—

وَیقصِدُ بالفاظ التشھد الانشاءَ کانہٗ یحی علٰے اللہ ویسلم علی نبیہٖ نفسہٖ = یعنی

التحیات کے لفظوں میں خود کہنے کی نیت کرے۔ گویا نمازی رب کو تحیۃ اور خود ہی نبی علیہ السلام کو سلام عرض کر دیا ہے +

مدارج النبوۃ جلد دوم میں ہے :۔
اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے۔ کہ جس مکان میں چاہیں۔ تشریف لے جائیں۔ خواہ بعینہٖ اس جسم سے خواہ جسمِ مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ قبر میں تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

مدارج النبوۃ جلد اوّل، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں۔ بعض عارفین نے کہا ہے۔ کہ التحیات میں یہ خطاب اس لئے ہے۔ کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ہر ذرّہ ذرّہ میں اور ممکنات کی ہر فرد میں سرایت کئے ہے۔ پس حضور علیہ السلام نمازیوں کی ذات میں موجود حاضر ہیں۔

نمازی کو چاہیئے۔ کہ اس معنٰی سے آگاہ رہے۔ اور اس شہود سے غافل ہو۔ تاکہ قرب کے نور اور معرفت کے بھیدوں سے آگاہ ہو جائے۔ اور ہر قبر میں محبوب علیہ السلام کا حاضر ہونا اسی کتاب میں حدیث بخاری میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

حدیث مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر پیش کی جاتی ہے۔

فیقولان ما کنت تقول ھذا رجل لمحمد : یعنی نکیرین میت سے پوچھتے ہیں۔ کہ تم ان کے یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو۔

حاشیہ مشکوٰۃ میں یہی حدیث :۔

قیل یکشف لمیت حتی یری النبی علیہ السلام

وہی بشریٰ عظیمۃ یعنی =
کہا گیا ہے. کہ میت سے حجاب اُٹھا دئے جاتے ہیں. یہانتک کہ نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے. اور یہ بڑی ہی خوشخبری ہے.

امام قسطلانی شرح بخاری جلد تین میں فرماتے ہیں :—

فقیل یکشف للمیت حتی یری النبی علیہ السلام وہی بشریٰ عظمۃ للمؤمنین من ان صلحا = یعنی
پس کہا گیا ہے. کہ میت سے حجاب اُٹھا دئے جاتے ہیں. یہاں تک کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہے. اور یہ مسلمانوں کے لئے بڑی خوشخبری ہے. اگر ٹھیک رہے.

تفسیر ص۵۰ روح البیان پارہ ۹ زیر آیت :—

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ :
فرمایا کہ تمام روحیں روح محمدی سے پیدا ہوئیں. لہذا حضور اَبُوْ الْاَرْوَاحِ ہیں ۰

امام ابو صیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں :—

فَاِنَّکَ شَمْسُ فَضْلٍ ھم کواکبھا یظھرون انوارھا
لِلنَّاسِ فِی الظلم = یعنی
یا حبیب اللہ آپ بزرگی کے سورج ہیں - اور سارے نبی حضور کے تارے ہیں - جو حضور ہی کا نور اندھیریوں میں لوگوں میں پھیلاتے ہیں.

امام قسطلانی مواہب الدنیہ شریف جلد اوّل میں فرماتے ہیں :—

قال تعالیٰ یا آدم ارفع رَاسکَ فرفع راسہٗ فراٰ نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم فی سُرادق العرش فقال یارب مَا ھٰذا نورٗہٗ قال ھذ النور نبی من ذریتک اسمہ فی السماءٓ احمد وفی الارض محمد لولاہٗ ما خلقتک ولا خلقت سماءً ولا ارضًا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ آدم اپنا سر اٹھا۔ تو انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کی اَے مولےٰ یہ نور کیسا ہے۔ فرمایا یہ نور ایک نبی کا ہے۔ جو تمہاری اولاد میں سے ہونگے۔ ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو نہ ہم تمہیں پیدا کرتے۔ اور نہ آسمان اور نہ زمین کو ۔

اور صحیح احادیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ محبوب علیہ السلامؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت اس وقت عطا فرمائی ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے مجھے نبوت عطا ہوئی ہے۔ اور پہلے کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ کہ آدم علیہ السلام سے کتنے کروڑ ہا سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک پیدا فرمائی اور اس روحِ پاک کو یہ تمام علوم عطا فرمائے ہیں۔ جب نبوت ہی روح پاک کو عطا ہوئی ہے۔ تو علمِ غیب اور کس شئے کا نام ہے۔ ایمۂ مفسرین فرماتے ہیں :۔ کہ نبوت کے معنیٰ ہی یہی ہیں کہ علمِ غیب کا جاننا ۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبوت کے کئی خاصے بیان فرمائے ہیں۔ اور فرمایا کہ علمِ غیب کو جان لینا یہ بھی نبوت کا ایک خاصہ ہے۔ اس کا بیان شروع کتاب نبوت کے ذکر میں ہو چکا ہے۔ اور علامہ خرپوتی شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں:۔

کہ رب نے اوّلاً محبوب علیہ السلام کی روح مبارک پیدا فرمائی۔ پھر اس روح میں نبیوں کے اور ماکان وما یکون کے علوم رکھے۔ پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا۔ پس ان سب نے اپنے علوم محبوب علیہ السلام سے مانگے۔ اور لئے۔ لہذا خوب روشن ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے محبوب علیہ السلام کی روح مبارک کو تمام علوم جب سے دنیا بنی ہے۔ اور جب تک رہے گی۔ ہر ذرہ و قطرہ قطرہ جو کچھ ہو چکا ہے۔ اور جو کچھ ہوگا۔ قیامت تک اور قیامت کی تاریخ کا علم اور پانچ غیوب جن کا آیاتِ شریفہ میں پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ وہ علوم جن تک ہمارے عقل وحواس کی رسائی نہیں، عطا فرمائے ہیں۔ اور اختیار بھی عطا فرمایا۔ حضور علیہ السلام کی مرضی ہے۔ کہ جس نبی کو اور ولی کو جو علمِ غیب چاہیں عطا فرمائیں۔ اور ان میں سے بعض وہ علم بھی ہیں۔ کہ جن کا پہلے ولیوں کو عطا نہ فرمانے کا حکم تھا۔ غیوبِ خمسہ وغیرہ جن کا آیت شریف میں ذکر ہے۔ مگر بعد میں ان غیوب کی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبوب علیہ السلام کو اجازت مل گئی۔ کہ وہ ان غیوب خمسہ سے بھی جس غیب کو چاہیں ولیوں

کو عطا فرمائیں۔ اور یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ محبوب علیہ السلام کی اُمت میں ایسے بہت سے لوگ ہیں۔ کہ جن کو یہ علوم خمسہ جن کا آیت میں ذکر ہے عطا ہوئے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ شرح صدور میں فرماتے ہیں :۔

ان اعتقد النّاس ان روحہٗ و مثالہٗ فی وقت قرأۃ المولود وختم رمضان و قرأۃِ القصائد یحضر جاز۔

یعنی : لوگوں کو یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک اور آپ کی مثل مولود شریف پڑھتے، اور ختم رمضان اور نعت خوانی کرتے وقت آتی ہے۔ تو یہ جائز ہے۔

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :۔

حضور علیہ السلام کو یاد کرو۔ اور درود بھیجو اور حالتِ ذکر میں ایسے رہو۔ کہ حضور بحالت حیات جہان میں تمہارے سامنے ہیں۔ اور تم ان کو دیکھتے ہو۔

ادب اور جلال و تعظیم اور ہیبت و حیا سے رہو۔ اور جانو، کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور سُنتے ہیں۔ تمہاری کلام کو کیونکہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم صفاتِ الٰہی سے موصوف ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے۔ کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

امام ابن الحاج مُدخل میں اور امام قسطلانی مواہب جلد دوم فصل ثانی میں فرماتے ہیں :۔

وَقدْ قَالَ عُلَمَاءُ نَا لَا فرق بین موتہٖ وحیاتہٖ

عنہ السلام فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک جلی عندہ لاخفاء بہ: یعنی = ہمارے علماء نے فرمایا۔ کہ حضور علیہ السلام کی زندگی اور وفات میں کوئی فرق نہیں۔ اپنی امت کو دیکھتے ہیں۔ ان کے حالات ونیات اور ارادے اور ان کے دل کی باتوں کو جانتے ہیں۔ یہ آپکو بالکل ظاہر ہیں۔ اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں۔

لہٰذا ہر طرح سے خوب ثابت ہوا۔ کہ محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو تمام علوم غیوب وظاہر جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک رہے گی ہر ذرہ ذرہ وقطرہ قطرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اور حضور علیہ السلام حاضروناظر ہیں۔ اس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ مگر ہاں ہمارے پاس منکروں وہابیوں اور ضدی لوگوں کا کوئی علاج نہیں ہے۔